قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر۔ ابو سعید

Online Edition

جمعۃ المبارک 30 اکتوبر 2020ء | 12 ربیع الاول 1441 ہجری قمری | جلد: 2 | شمارہ: 257

ارشادِ باری تعالیٰ

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَ سَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا

(الاحزاب:57)

یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم بھی اس پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔

فرمانِ خلیفہ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

تو یہ ہیں برکات اور فیض جو آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے سے حاصل ہوتے ہیں۔ پس ہر احمدی کو آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے پر بہت زیادہ توجہ دینی چاہئے۔ یہی وسیلہ ہے جس سے اب ہمارے ذاتی فیض بھی اور جماعتی فیض اور برکات اور ترقیات وابستہ ہیں۔ آج جمعہ کا دن بھی ہے اور جمعہ کے دن آنحضرت ﷺ نے اپنے پر درود بھیجنے کی مومنوں کو خاص طور پر تاکید فرمائی ہے جیسا کہ اس حدیث میں آتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تمہارے بہترین ایام میں سے ایک جمعہ کا دن ہے۔ اسی روز آدم پیدا کئے گئے، اسی روز انہیں وفات دی گئی۔ اسی دن نفخ صُور ہوگا اور اسی روز غشی ہوگی۔ پس اسی روز تم مجھ سے کثرت سے درود بھیجا کرو۔ تمہارا درود مجھ تک … پہنچایا جائے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ اس پر صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ جب آپ کا وجود بوسیدہ ہو چکا ہوگا یعنی کہ جسم مٹی بن گیا ہوگا اس وقت ہمارا دُرود آپ کو کیسے پہنچایا جائے گا۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے وجودوں کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔ (سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب الجمعۃ)

پھر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے زمانے سے بھی اس کا خاص تعلق ہے۔ جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا کہ جماعتی ترقیات اسی سے وابستہ ہیں۔ اس بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کی بڑی اچھی تشریح فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''جمعہ کا مضمون بہت گہرا اور وسیع ہے ……… جمعہ ایک زمانے کا نام ہے اور اس زمانے میں جمعیت کے معنے داخل ہوتے ہیں مختلف چیزوں کا آپس میں ملا دینا۔ پس جب اس پہلو سے اس حدیث کا مطالعہ کریں تو بہت وسیع مضمون ہے جو اس میں بیان ہوا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس دن نفخ صور ہوگا اور اسی روز غشی ہوگی۔ اگر قیامت کا دن مراد ہو تو وہاں جمعہ کے دن کی کیا بحث ہے وہاں تو ازل اور ابد اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ وہاں یہ بحث ہی نہیں ہوتی کہ دن کون سا ہے۔ قیامت کا وقت تو ایک عرصے کا نام ہے اور یہ جو دن ہم گنتے ہیں ان دنوں کی بحث نہیں ہے۔ اس میں طویل زمانے کا نام

بقیہ صفحہ 5 پر

فرمانِ رسول ﷺ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر درود بھیجو تو بہت اچھی طرح سے بھیجا کرو۔ تمہیں کیا معلوم کہ ہوسکتا ہے وہ آنحضرت ﷺ کے حضور پیش کیا جاتا ہو۔ راوی کہتا ہے کہ سامعین نے ان سے کہا آپ ہمیں اس کا طریقہ بتائیں۔ انہوں نے کہا یوں کہا کرو۔ اے اللہ! اپنی جناب سے درود بھیج، رحمت اور برکات نازل فرما، سید المرسلین اور متقیوں کے امام اور خاتم النبیین، محمد اپنے بندے اور اپنے رسول پر جو ہر نیکی کے میدان کے پیشوا اور ہر نیکی کی طرف لے جانے والے ہیں اور رسول رحمت ہیں۔ اے اللہ! تو حضرت محمد ﷺ کو ایسے مقام پر فائز فرما جس پر پہلے اور پچھلے سب رشک کریں۔

(سنن ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیھا باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

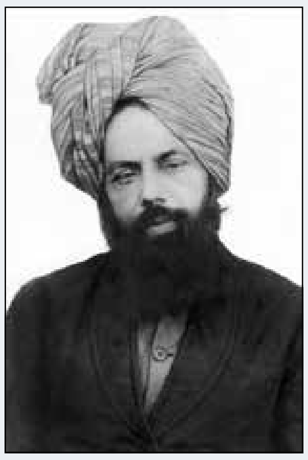

کامیاب ترین انسان

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

دنیا میں کروڑہا ایسے پاک فطرت گزرے ہیں اور آگے بھی ہوں گے لیکن ہم نے سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ اور سب سے خوب تر اس مردِ خدا کو پایا ہے جس کا نام ہے محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم۔ {اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا}۔ (الاحزاب: ۵۷)

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۳۰۱-۳۰۲)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کے واقعات پیش آمدہ کی اگر معرفت ہو اور اس بات پر پوری اطلاع ملے کہ اس وقت دنیا کی کیا حالت تھی اور آپ نے آکر کیا کیا تو انسان وجد میں آکر اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کہہ اٹھتا ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں یہ خیالی اور فرضی بات نہیں ہے۔ قرآن شریف اور دنیا کی تاریخ اس امر کی پوری شہادت دیتی ہے کہ نبی کریم نے کیا کیا۔ ورنہ وہ کیا بات تھی جو آپ کے لئے مخصوصاً فرمایا گیا {اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا} (الاحزاب: ۵۷) کسی دوسرے نبی کے لئے یہ صدا نہیں آئی۔ پوری کامیابی پوری تعریف کے ساتھ یہی ایک انسان دنیا میں آیا جو محمد کہلایا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔'' (الحکم جلد ۵ نمبر ۲ مورخہ ۱۷ر جنوری ۱۹۰۱ء صفحہ ۳)

آپؑ فرماتے ہیں کہ: ''خدا کے کلام سے پایا جاتا ہے کہ متقی وہ ہے جو حلیمی اور مسکینی سے چلتے ہیں، وہ مغرورانہ گفتگو نہیں کرتے۔ ان کی گفتگو ایسی ہوتی ہے جیسے چھوٹا بڑے سے گفتگو کرے۔ ہم کو ہر حال میں وہ کرنا چاہئے جس سے ہماری فلاح ہو۔ اللہ تعالیٰ کسی کا اجارہ دار نہیں۔ وہ خاص تقویٰ کو چاہتا ہے۔ جو تقویٰ کرے گا وہ مقام اعلیٰ کو پہنچے گا۔ آنحضرت ﷺ یا حضرت ابراہیم علیہ السلام میں سے کسی نے وراثت سے عزت نہیں پائی۔ گو ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت ﷺ کے والد ماجد عبد اللہ مشرک نہ تھے لیکن اس نے نبوت تو نہیں دی۔ یہ تو فضل الٰہی تھا، ان صدقوں کے باعث جو ان کی فطرت میں تھے، یہی فضل کے محرک تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جو ابو الانبیاء تھے انہوں نے اپنے صدق و تقویٰ سے ہی بیٹے کو قربان کرنے میں دریغ نہ کیا۔ خود آگ میں ڈالے گئے۔ ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ہی صدق و صفا دیکھئے۔ آپؐ نے ہر ایک قسم کی بدتحریک کا مقابلہ کیا۔ طرح طرح کے مصائب و تکالیف اٹھائے لیکن پرواہ نہ کی۔ یہی صدق و وفا تھا جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے فضل کیا۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا} اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتے رسول پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی نبی پر درود سلام بھیجو۔''

پھر فرمایا: رسول کریم ﷺ کے بندہ ہونے کے واسطے ضروری ہے کہ آپؐ پر درود پڑھو اور آپؐ کے کسی حکم کی نافرمانی نہ کرو، سب حکموں پر کاربند رہو۔'' (البدر۔ جلد ۲، نمبر ۱۴۔ بتاریخ ۲۴؍اپریل ۱۹۰۳ء۔ صفحہ ۱۰۹)

اس شمارہ میں

- نعت رسول مقبول ﷺ
- میرا آقا عظیم تر ہے
- آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کی صفتِ شکور کے مظہر اتم
- آنحضرت ﷺ کی اپنے صحابہؓ سے محبت و شفقت

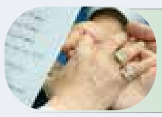

دربارِ خلافت

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاك

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

پس آپؐ کے نزول سے جو نئے زمین و آسمان پیدا ہوئے، جس میں آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے انتہائی درجہ کا قرب پا کر انسانوں کی نجات اور خدا تعالیٰ سے محبت اور اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت کا مقام بھی حاصل کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْن کا مقام عطا فرمایا۔ آپؐ سے محبت کو اپنی محبت قرار دیا۔ یہ سب باتیں ثابت کرتی ہیں کہ یہ افلاک بھی خدا تعالیٰ کے آپ سے خاص پیار کے نتیجہ میں آپؐ کے لئے پیدا کئے گئے۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ آپ کی علوِّ شان کے لئے ہم اس حدیثِ قدسی کو صحیح تسلیم نہ کریں۔ پس یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی بیعت میں آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقام کو پہچانا ہے۔ اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاك میں کیا مشکل ہے؟ قرآنِ مجید میں ہے خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (البقرۃ: 30)، زمین میں جو کچھ ہے وہ عام آدمیوں کی خاطر ہے۔ تو کیا خاص انسانوں میں سے ایسے نہیں ہو سکتے کہ ان کے لئے افلاک بھی ہوں؟...''۔ (اگر زمین میں سب کچھ عام انسانوں کے لئے ہوسکتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے خاص آدمیوں کے لئے افلاک کی پیدائش بھی کرسکتا ہے)۔ فرمایا کہ ''... دراصل آدم کو جو خلیفہ بنایا گیا تو اس میں یہ حکمت بھی تھی کہ وہ اس مخلوقات سے اپنے منشاء کا خدا تعالیٰ کی رضامندی کے موافق کام لے۔ اور جن پر اس کا تصرف نہیں وہ خدا تعالیٰ کے حکم سے انسان کے کام میں لگے ہوئے ہیں، سورج، چاند، ستارے وغیرہ''۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 213۔ جدید ایڈیشن۔ مطبوعہ ربوہ)

(خطبہ جمعہ 28/ جنوری 2011ء)

مسلمان کون ہے؟

مسلمان کون ہے؟ مَیں اس کی کسی لمبی علمی بحث میں نہیں پڑنا چاہتا لیکن یہ واضح ہو کہ کامل فرمانبردار اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام حکموں پر عمل کرنے والے اور قرآن کریم کی پیروی کرنے والے اگر کوئی ہیں، مسلمان کی تعریف میں آتے ہیں تو وہ احمدی ہیں۔ دو احادیث بھی اس بارہ میں پیش کر دیتا ہوں جس سے مسلمان کی وہ تعریف واضح ہوجاتی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے اور یہی حقیقی تعریف ہے، نہ کہ ان علماء کی تعریف جو کوکا کولا کے پیٹنٹ (Patent) نام کو اسلام کے نام کے ساتھ ملانا چاہتے ہیں۔ جہالت کی انتہا ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے۔ ابی مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَكَفَرَ بِمَا یُعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَرُمَ مَالُهٗ وَدَمُهٗ وَحِسَابُهٗ عَلَى اللّٰهِ۔

(مسلم کتاب الایمان۔ باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ حدیث ۳۸)

کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے یہ اقرار کیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور انکار کیا ان کا جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جاتی ہے تو اس کے جان و مال قابل احترام ہو جاتے ہیں۔ (ان کو قانونی تحفظ حاصل ہو جاتا ہے)۔ باقی اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ وہی جانتا ہے کہ اس کی نیت کیا ہے اور وہ اس کی نیت کے مطابق اسے بدلہ دے گا۔ کلمہ پڑھنے کے بعد، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہنے کے بعد، وہ بندوں کی گرفت سے آزاد ہو جاتا ہے۔

پھر ایک دوسری حدیث میں آتا ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَنْ صَلّٰى صَلٰوتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَاَكَلَ ذَبِیْحَتَنَا فَذٰلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِیْ لَهٗ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَلَا تُخْفِرُوْا اللّٰهَ فِیْ ذِمَّتِهٖ۔ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب فضل استقبال القبلۃ حدیث نمبر 391)

حضرت انسؓ بن مالک کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ہماری طرح نماز پڑھے اور اس میں ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے، ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے۔ جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لی ہے۔ پس اللہ کی ذمہ داری کی بے حرمتی نہ کرو۔ اسے بے اثر نہ بناؤ اور اس کا وقار نہ گراؤ۔

پس علماء جو یہ کہتے ہیں اُن سے میری درخواست ہے کہ اپنے اسلام کو پیٹنٹ (Patent) نہ کروائیں۔ ایسا اسلام پیش نہ کریں جو اللہ اور اس کے رسول کی تعریف کے مخالف ہے۔ اسلام وہی ہے جس کی تعریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ ہمیں تو اِس تعریف کے تحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان قرار دے دیا ہے اور اس کے بعد نہ ہمیں کسی مولوی کے سرٹیفیکیٹ کی ضرورت ہے اور نہ کسی پارلیمنٹ کے سرٹیفیکیٹ کی ضرورت ہے۔

(خطبہ جمعہ 11/ ستمبر 2009ء)(الفضل انٹرنیشنل جلد 16 شمارہ 40 مورخہ 2 اکتوبر تا 8 اکتوبر 2009ء صفحہ 5 تا صفحہ 8)

صبر اور دعا سے کام

...بعض حدیثوں سے بھی ثابت ہے کہ یہ یہودی بعض دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس

بقیہ صفحہ 5 پر

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

کلام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا
نام اُس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اِک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیرالوریٰ یہی ہے
پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اِک قمر ہے
اُس پر ہر ایک نظر ہے بدرالدّجیٰ یہی ہے
پہلے تو رہ میں ہارے پار اِس نے ہیں اُتارے
مَیں جاؤں اِس کے وارے بس ناخدا یہی ہے
پَردے جو تھے ہٹائے اندر کی رہ دکھائے
دِل یار سے ملائے وہ آشنا یہی ہے
وہ یارِ لامکانی۔ وہ دلبر نہانی
دیکھا ہے ہم نے اُس سے بس رہنما یہی ہے
وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے
وہ طیّب وامیں ہے اُس کی ثنا یہی ہے
حق سے جو حکم آئے اُس نے وہ کر دکھائے
جو راز تھے بتائے نعم العطا یہی ہے
آنکھ اُس کی دُوربیں ہے دِل یار سے قریں ہے
ہاتھوں میں شمع دیں عین الضیا یہی ہے
جو راز دیں تھے بھارے اُس نے بتائے سارے
دولت کا دینے والا فرماں روا یہی ہے
اُس نُور پر فدا ہوں اُس کا ہی مَیں ہوا ہوں
وہ ہے مَیں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
وہ دلبر یگانہ علموں کا ہے خزانہ
باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے
سب ہم نے اُس سے پایا شاہد ہے تُو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

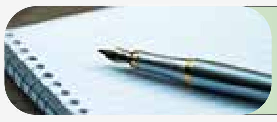

اداریہ

میرا آقا عظیم تر ہے

آج کل پاکستانی ٹی وی چینلز پر آقائے دو جہاں آخر الزمان سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو خراج عقیدت ”میرا آقا عظیم تر ہے“ کے الفاظ میں پیش کیا جارہا ہے۔ یہ پیارا اور محبت بھرا فقرہ جب بھی میرے کانوں میں رس گھولتا ہے تو مجھے حضرت اماں جانؓ کے بھائی اور حضرت مصلح موعودؓ کے ماموں حضرت سید میر محمد اسحاقؓ کا کتابچہ ”انسان کامل، دنیا کے لئے کامل نمونہ“ سامنے آجاتا ہے۔ جس میں عاشق محمدؐ حضرت میر محمد اسحاقؓ نے ایک انسان کی پوری زندگی کا احاطہ کر کے 43 عنوان بنائے ہیں کہ ایک عام انسان کو اپنی زندگی میں ان 43 عناوین سے پالا و واسطہ پڑسکتا ہے۔ پھر ان 43 عناوین کو سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر apply فرمایا ہے کہ کس شان کے ساتھ آقا و مولیٰ ان عناوین میں سے گزرے ہیں۔ جو صرف آپ ہی کی شان تھی۔ وہ کسی اور کے حصہ میں نہ آئی۔ بالخصوص آپ نے سیدنا حضرت محمد ﷺ کی زندگی کا موازنہ مذہبی لیڈروں، پیشواؤں، قوموں کے اماموں کی زندگیوں سے فرمایا ہے مثلاً اگر عیسائیوں کے مذہب کے بانی پر یہ حالات ہی نہیں آئے یعنی بیوی کرنی اور صاحب اولاد ہونا تو وہ ان حالات میں ہم میں سے شادی والے اور صاحب اولاد اشخاص کے لئے کیسے نمونہ ہوسکتے ہیں۔

عیسائی کیسے دنیا کے لوگوں کو اپنی طرف بلا سکتے ہیں کہ ہمارے رسول کے جھنڈے تلے آؤ کہ وہ تمہارے لئے کامل نمونہ ہے۔ کیونکہ دیکھنا یہ ہے کہ دنیا کی قوموں اور مشہور مذہبوں کے پیشواؤں پر یہ سب کے سب حالات آئے یا نہیں۔ ان میں ہم صرف اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ کو تمام مصائب اور معاصی سے پاک پاتے ہیں۔ اور تمام تعلقات انسانی جو دوستوں، دشمنوں، دور و نزدیک کے رشتہ داروں، بیوی، بچوں، اپنوں، بیگانوں اور ناواقفوں پر مشتمل ہوتے ہیں اس میں حضور انور ﷺ کی ذات ستودہ صفات کامل نمونہ اور بینظیر اُسوہ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

”وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا۔ یعنی انسان کامل کو وہ ملائک میں نہیں تھا نجوم میں نہیں تھا قمر میں نہیں تھا آفتاب میں بھی نہیں تھا۔ وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا صرف انسان میں تھا یعنی انسان کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سید و مولیٰ سید الانبیاء سید الاحیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں“

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 160-161)

آج اس آرٹیکل میں 12 ربیع الاول کے حوالہ سے حضرت میر محمد اسحاقؓ کی اسی کتاب کا جو آپ کے لئے ہمیشہ ثواب اور بلندی درجات کا موجب رہے گی خلاصہ پیشِ خدمت ہے۔

یتیموں کے لئے کامل نمونہ

آنحضور ﷺ ابھی اپنی والدہ حضرت آمنہؓ کے پیٹ میں ہی تھے کہ والد وفات پاگئے۔ مگر اس یتیمی میں بغیر والد کے پرورش پانے والا یہ یتیم اعظم ایسا شریف اور تربیت یافتہ نکلا کہ دادا اپنے حقیقی بیٹوں سے بڑھ کر پوتے سے اور چچا اپنے حقیقی نورچشموں سے بڑھ کر اپنے بھتیجے سے محبت کرتا ہے اور اس کی امانت داری کے سبب اس کو اپنی تجارت میں شامل کرتا ہے۔ شام کے سفر میں ساتھ رکھتا ہے۔ یہ تھے اس یتیم کے اخلاق۔ آپ نے اپنی عادات کو درست رکھا، خوبیوں میں ترقی کی، لوگوں سے ادب سے پیش آئے کہ دنیا کہنے لگی کہ کیسا شریف اور اچھا بچہ ہے۔ پس آپ نمونہ ہیں۔ ان تمام یتیموں کے لئے جن کے والد ان کی پیدائش سے قبل یا بعد وفات پاگئے۔ اے دنیا بھر کے یتیمو! نمونہ پکڑو اپنے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اور دنیا کی آلائشوں سے اپنے آپ کو دور رکھ کر مؤدب بن جاؤ۔

والدین والے بچوں کے لئے کامل نمونہ

سوال یہ پیدا ہوسکتا ہے کہ آنحضور ﷺ تو یتیم تھے اور یتیموں کے لئے نمونہ ہوئے مگر صاحب اولاد لوگوں کے لئے نمونہ کیسے ہوگئے کہ کس طرح والد کی اطاعت کرنی چاہیے۔ آپ کے ابا تو وفات پاگئے تھے۔ مگر آپ نے اپنے دادا اور چچا کی ساری عمر ایسی فرمانبرداری اختیار کی کہ کوئی شخص باپ کی بھی نہیں کرسکتا۔

غریبوں کے لئے کامل نمونہ

آنحضور ﷺ غریب تھے اور غریب بھی ایسے کہ جس کا کوئی گزارہ نہ ہو۔ مگر آپ دنیا کے ہر غریب کے لئے کامل نمونہ اور بے نظیر اسوہ ٹھہرے۔ آپ ہاتھ سے محنت کر کے کماتے، کلہاڑا لے کر جنگل سے لکڑیاں لاکر بیچتے، بکریاں چرانا، ملازمت اختیار کرنا اور معمولی معمولی تجارت کرنا آپ کا شیوہ تھا۔ کبھی کسی سے سوال نہ کیا بلکہ اپنے صحابہ کو مانگنے سے منع فرمایا اور صحابہ نے اس پر اس حد تک عمل کیا کہ اگر سواری سے کوڑا زمین پر گرجاتا تو کسی سے اٹھانے کا سوال نہ کرتے۔ آپ امین اور دیانت دار کے طور پر مشہور تھے۔ قرض واپس کرتے بلکہ جب آپؐ کو نبوت کا تاج پہنایا گیا تو بڑے فخر سے فرمایا کہ وَلَقَدْ رَعَيْتُ لِاَهْلِ مَكَّةَ عَلٰى قَرَارِيْطَ کہ میں چند پیسوں کے عوض مکہ والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ پھر امت کو ڈرانے کے لئے یہ دعا سکھلائی اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ (ابو داؤد) کہ الٰہی! مجھے فکر وغم، سستی، نکے پن اور بے کار رہنے سے بچا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ان اعلیٰ اخلاق ہونے کے ناطے مخاطب ہو کر فرمایا وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى (ضحیٰ 9) کہ ہم نے تجھے غریب پایا پھر غنی کر دیا۔ اس حوالہ سے آپ دنیا بھر کے تمام غرباء کے لئے نمونہ ہیں۔ بالخصوص مسلمانوں کے لئے جو ہاتھ سے کام کرنے کو عار سمجھتے ہیں۔ محنت سے نہیں۔ حقیر کام کو اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ دوسروں کے آگے اپنا دست دراز کرتے ہیں۔

دولتمندوں کے لئے کامل نمونہ

ایک وقت آیا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی بے انتہا نعماء سے نوازا۔ بالخصوص فتح مکہ کے بعد آپ اتنے امیر ہوگئے تھے کہ ہزاروں غلام آزاد کر دیئے۔ اونٹ اور مویشی دینے پر آتے تو ایک ایک شخص کو 100، 100 اونٹ بخش دیتے۔ آپ عوام اور غرباء پر اتنا خرچ کرتے تھے کہ مکہ کے روساء یہ کہنے پر مجبور ہوگئے کہ محمدؐ تو اس طرح خرچ کرتا ہے جس طرح اسے خزانہ میں کمی کا ڈر نہ ہو۔ لیکن آپ اپنی ذات پر بے جا خرچ نہ کرتے۔ سادہ کپڑے، سادہ خوراک اور وہی پہلے والی سادہ زندگی۔ بلکہ اپنی بیگمات کو سالانہ خرچ دے کر باقی رقم غرباء میں تقسیم کر دیتے اور وفات سے قبل خلفاء کو بھی یہ وصیت کر گئے کہ میرے بعد میری بیگمات کو میری جائیداد سے سالانہ خرچ دے کر باقی غرباء میں تقسیم کردیں۔ پس تمام دولتمندوں کے لئے جو عیاشی اور اسراف کرتے ہیں آپ نمونہ ہیں۔

محکوموں کے لئے کامل نمونہ

آپ کی کتاب حیات میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ آپ 13 سال تک محکوم رہے اور ظالموں نے خوب ظلم ڈھائے۔ مگر آپ نے علم بغاوت بلند نہ کیا۔ اور صحابہ کو ایسے علاقوں کی طرف ہجرت کی ہدایت فرمائی جو پُر امن تھے اور ایک وقت آیا جب جبر اور ظلم بہت بڑھ گیا تو آپ نے بھی مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ مگر حکومت کے خلاف بغاوت نہ کی۔

حاکموں اور بادشاہوں کے لئے کامل نمونہ

اللہ تعالیٰ نے آپ کو محکوم ہی نہیں رکھا بلکہ امارت، حاکمیت اور بادشاہت سے بھی نوازا مگر آپ نے عدل کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ اسامہؓ کسی کی سفارش کرتے ہیں تو فرماتے ہیں

لَوْاَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا (مسلم)

کہ یہ مجرم تو دور کی بات ہے اگر میری لخت جگر فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس پر حد جاری کرتا اور ہاتھ کاٹ دیتا۔

آپ نے حاکموں کو مخاطب ہو کر فرمایا سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ کہ قوم کا سردار ان کا خادم ہوتا ہے۔ ایک شخص آپ کے رعب سے کانپ رہا ہے اسے آپ فرماتے ہیں کہ میں تو عرب کی ایک غریب بیوہ عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا ہوا باسی گوشت استعمال کیا کرتی تھی۔ آپ بادشاہ ہو کر گھر کے تمام کام خود کر لیتے۔ کوئی ملازمہ، دربان یا ملازم نہ تھا۔

متاہل لوگوں کے لئے نمونہ

آپ کی نو بیویاں تھیں۔ گھر کے تمام کام کرتے۔ ان کے گھروں میں جاتے، حوصلہ بڑھاتے اور اپنی جان سے عزیز بیٹی فاطمہ کے گھر جاتے۔ بچوں سے ملتے۔ آپ اس قدر مصروف الاوقات تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے متعلق فرمایا اِنَّ لَكَ فِی النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا (مزمل 8) کہ سارا دن تو کاموں میں مصروف رہتا ہے۔ عشاء کی نماز ہوتی تو بستر پر جا کر تھوڑی سی استراحت فرما کر اٹھ کھڑے ہوتے اور اللہ تعالیٰ کے حضور اس قدر عبادت کرتے کہ آپ کے پاؤں سوج جاتے اور فرماتے اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا (متفق عليه)

بادشاہ بالعموم سرکاری خزانہ سے خیانت کرجاتے ہیں مگر آپ نے مال غنیمت میں آئے ایک اونٹ کی پیٹھ پر ہاتھ مار کر کچھ بال اکھیڑے اور لوگوں کو دکھایا کہ میرے لئے اس کے برابر مال بھی حرام ہے۔ ایک دفعہ عصر کی نماز کے بعد جلدی سے گھر گئے اور کچھ سونا چارپائی پر پڑا رہ گیا وہ اٹھا کر غرباء میں تقسیم کیا۔

آپ قومی کاموں میں بطور مزدور حصہ لیتے۔ مسجد نبوی کی تعمیر میں

پتھر ڈھونڈتے نظر آئے۔ غزوہ احزاب میں خندق کھودتے دیکھے گئے۔ بدر میں جب دشمن نے تین بہادر میدان میں اترنے کے لئے پکارے تو آپؐ نے اپنے عزیز قریبی رشتہ داروں علی، حمزہ اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہم کو ترجیح دی۔

مجردوں اور شادی شدہ کے لئے کامل نمونہ

آپؐ 25 سال تک مجرد رہے جو عرب کی آب و ہوا کے مطابق ادھیڑ عمر بنتی ہے لیکن نہایت عفیف پاک دامن تھے۔ جب شادی کرلی تو متعدد عورتوں سے، جن میں کنواری بھی تھیں اور بیوہ بھی۔ کم عمر کی بھی تھیں، نوجوان بھی، ادھیڑ اور بوڑھی عمر کی بھی تھیں۔ تمام میں انصاف کیا۔ لکھا ہے کہ آپؐ اپنی بیویوں سے نہایت محبت رکھتے تھے۔ سب سے شفقت سے پیش آتے کبھی کسی بیوی کو تھپڑ نہیں مارا، نہ جھڑکا۔ سب آپؐ سے خوش تھیں بلکہ ہر ایک آپؐ کی وفات کے بعد آپؐ سے جلد ملنے کی متمنی تھیں۔

عورتوں کے لئے کامل نمونہ

آپؐ نے فرمایا سب سے اچھا وہ شخص ہے جو بیوی کے حق میں سب سے اچھا ہے۔ آپؐ اپنی بیوی حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد بھی ان کا ذکر کرتے رہتے۔ ان کی سہیلیوں سے حسن سلوک فرماتے۔ سفروں میں بھی اپنی بیویوں کو ساتھ لے جاتے۔ آپؐ نے یہود و ہنود کے اس عقیدہ کی نفی کی کہ حائضہ عورت باورچی خانے میں نہیں جاسکتی بلکہ آپؐ ایسی حالت میں ساتھ سوتے۔ گود میں سر رکھ کر قرآن پڑھتے۔ ساتھ کھانا کھاتے۔ ایک برتن سے پانی پیتے۔ اسی طرح آپؐ نے عورتوں کو ورثہ میں بھی حقدار ٹھہرایا۔

صاحب اولاد کے لئے کامل نمونہ

آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے اولاد جیسی عظیم نعمت سے بھی نوازا۔ آپؐ نے بچوں کی جو تربیت اور نگرانی، شفقت اور ان کی صحت جسمانی و روحانی کا خیال رکھا جس کی بدولت آپؐ کی اولاد دوسروں کے لئے نمونہ ٹھہری اور حضرت فاطمہؓ کو اس تعلیم و تربیت کی وجہ سے سیدۃ نساء اھل الجنۃ کا خطاب ملا۔ اس ناطے آپؐ صاحب اولاد لوگوں کے لئے نمونہ ہیں کہ ان کو اپنے اولاد کی کس رنگ میں تربیت کرنی ہے۔

اولاد فوت ہونے پر صبر کا کامل نمونہ

پھر آپؐ کی بہت سی اولاد آپؐ کے سامنے فوت ہوگئی۔ لڑکے بھی اور لڑکیاں بھی اور آپؐ اس شخص کے لئے کامل نمونہ ہیں جس کی اولاد مرجاتی ہے جوان جوان بچے فوت ہوجاتے ہیں۔ آپؐ ان کو بلا کر کہہ سکتے ہیں کہ آئیں تیرا ہاتھ پکڑتا ہوں اور آ کہ میں تیرا رہبر بن سکتا ہوں اور آ کہ میں بھی تیری جیسی مصیبت برداشت کرچکا ہوں۔ میری اکثر جوان جوان بیٹیاں میری آنکھوں کے سامنے فوت ہوچکی ہیں۔ تمام لڑکے میری آنکھوں کے سامنے یکے بعد دیگرے اجل کا شکار ہوچکے ہیں مگر دیکھو میرا دل غمگین، میری آنکھیں تر، مگر میری زبان اپنے مولیٰ کی حمد سے معمور ہے اور میری طرح اقرار کر کہ لَہٗ مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَا اَعْطٰی یعنی جس نے اولاد دی اسی نے واپس بلالی ہے اور آ میری طرح اقرار کر کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ اور اپنے اکلوتے بیٹے صاحبزادہ ابراہیم کی وفات پر صرف فرمایا اَلْعَیْنُ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ یَحْزُنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی بِہٖ رَبُّنَا آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور دل غم زدہ ہے مگر ہم صرف وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہوتا ہے۔

جرنیل اور فاتح کے لئے کامل نمونہ

آپؐ کا سردار اور بطور حاکم و بادشاہ نمونہ بیان ہوچکا ہے لیکن جب بادشاہ کسی جنگ یا معرکہ میں فاتح ٹھہرتا ہے تو ہم نے دنیاوی بادشاہوں اور فاتحین کو مخالفین کو تہس نہس کرتے دیکھا ہے۔ مگر آپؐ نے حکم دیا کہ کوئی عورت نہ ماری جائے، بچے نہ مارے جائیں، بوڑھوں سے تعرض نہ کیا جائے، درویشوں، راہبوں، تارک الدنیا لوگوں کو کچھ نہ کہا جائے۔ دیکھو کسی کو آگ سے نہ جلایا جائے، دیکھو جانور قتل نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا۔ یاد رکھو اپنے مخالفوں کی طرح کسی دشمن مقتول کے ناک، کان نہ کاٹنا۔ جنگ احد میں جب کہ کفار نے مسلمان شہداء کے ناک کان کاٹ دیئے۔ حتیٰ کہ اپنے واجب العزت چچا حمزہ کا جب مثلہ کیا گیا تو آپؐ نے جوابًا ایسا کرنے پر منع فرمایا۔ جنگ بدر کے 70 قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک نمایاں تھا۔ حتیٰ کہ ان کو سواریوں پر سوار کروایا اور خود پیدل چلے۔ بتاؤ! دنیا کی آنکھ نے کبھی ایسا فاتح دیکھا جو احد اور حنین میں عارضی مغلوب ہونے کے وقت بھی میدان میں موجود رہا اور صحابہ کی حوصلہ افزائی کرتا رہا۔

کنبہ والے کے لئے کامل نمونہ

آپؐ کنبہ والے تھے۔ تمام کی خبر گیری فرماتے۔ خاندان میں بعض کافر اور فاسق بھی تھے۔ فرمایا کہ خاندان میں ایسے لوگوں کے ساتھ میرا کوئی قلبی تعلق نہیں ہاں وہ میرے رشتہ دار ہیں اور میں ان کا حصہ ادا کرتا رہوں گا۔

بطور دوست کامل نمونہ

آپؐ کے دوست مسلمانوں میں بھی تھے اور غیروں میں بھی۔ تمام کے ساتھ محبت کا سلوک کیا۔ کوئی آپؐ سے شاکی نہ تھا۔ دوستوں کے بیوی بچوں کا بھی خیال رکھا۔ ایک دفعہ آپؐ کے دوستوں کے بیوی بچے ایک شادی سے واپس آرہے تھے۔ آپؐ بے اختیار ہوکر ان کے سامنے جاکر کھڑے ہوکر فرمانے لگے کہ خدا کی قسم! تم لوگ تو مجھے سب سے پیارے ہو۔

اپنی وفات کے اعلان کے وقت فرمایا۔ میرے بعد جو خلیفہ ہوا سے میں وصیت کرتا ہوں کہ انصار کا خیال رکھے۔ کیونکہ وہ میرے دلی دوست ہیں۔ پھر آپؐ کے دشمن بھی تھے۔ دشمن بھی ایسے کہ خون کے پیاسے۔ سبحان اللہ آپؐ کے عدل کے مداح، آپؐ کی امانت کے قائل، آپؐ کی خوبیوں کے مقر۔ دشمن تو ہیں مگر آپؐ میں کوئی عیب نہیں نکالتے۔ صرف دعویٰ نبوت کی وجہ سے یہ سب ناراضگی ہے۔ کسی دشمن کو یہ ڈر نہیں کہ آپؐ قابو پاکر کوئی ناجائز کاروائی کریں گے۔ ہرقل جب ابوسفیان سے پوچھتا ہے کہ محمدؐ نے کبھی جھوٹ بولا۔ کبھی معاہدہ شکنی کی۔ تو اسے بھی یہی کہنا پڑا کہ کبھی نہیں۔

انکساری میں کامل نمونہ

آپؐ ایک زمانے میں کسمپرسی کی حالت میں تھے۔ پھر رَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ کے تحت ذکر بلند ہوا اور لاکھوں آدمیوں کا مجمع آپؐ کے ساتھ ہوا۔ مکہ سے صرف ابوبکرؓ کے ساتھ نکلے مگر آٹھ سال بعد دس ہزار قدسیوں کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے۔ مگر نہایت عاجزی، انکساری سے سر جھکائے ہوئے، اللہ کے حضور جھکتے ہوئے۔

بطور قیدی کامل نمونہ

پھر آپؐ قید بھی ہوئے۔ تین سال تک شعب ابی طالب میں قید رہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام بھی قید ہوئے۔ مگر قرآن کہتا ہے کہ قید کرنے والوں کی طرف سے کھانا ملتا تھا مگر حضور ﷺ کو ظالموں نے اس طرح قید کیا کہ خود کھانا دینا تو کجا۔ پہنچنے بھی نہ دیتے تھے۔ لکھا ہے کہ رات کے وقت بنو ہاشم کے معصوم بچوں کے بھوک کے مارے رونے کی آوازیں سارا مکہ سنتا تھا مگر سبحان اللہ صبر ہو تو ایسا۔ قید رہے مگر حق کو نہ چھوڑا۔ مصیبتیں برداشت کیں مگر سچائی سے منہ نہ موڑا اور تین سال تک قید رہے۔ مگر دین حق کو پیش کرنے میں قدم پیچھے نہ ہٹایا۔ یہاں تک کہ رات کو بچوں کے رونے کی آوازیں مکہ والے درندے بھی برداشت نہ کرسکے اور انہوں نے اپنا بائیکاٹ توڑ دیا اور حضور ﷺ اور آپؐ کے کنبہ کے لوگ آزاد ہوگئے۔

زندگی کی تمام منازل میں کامل نمونہ

آپؐ پر بچپن، جوانی، ادھیڑ عمر اور بڑھاپا بھی آیا۔ بچپن تھا مگر آوارگی نہ تھی۔ جوانی تھی مگر دیوانی نہ تھی۔ ادھیڑ عمر مگر کسل نہ تھی۔ بڑھاپا تھا مگر حق کے پہنچانے میں کمزوری نہیں۔ نمازیں، نوافل وقت پر۔ ہمسایہ سے حسن سلوک۔ بیویوں کو ترکاری بجھوانے کا حکم دیتے۔ نوکر، حاکم، لونڈی اور غلام تمام سے برابر کا حسن سلوک۔ کسی کو اُف نہ کیا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے کبھی نہ جھڑکا حالانکہ میں دیر اندھیر کردیتا تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں وَاللّٰہِ مَاضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ خَادِماً کہ خدا کی قسم! حضرت محمدؐ نے کبھی کسی غلام کو نہ مارا۔

غلاموں سے سلوک کا یہ عالم تھا کہ حضرت زیدؓ بن حارثہ آپؐ کے حسن سلوک کی وجہ سے آپ کو چھوڑنے کو تیار نہ تھے۔

آپؐ کی مظلومیت

حضرت میر محمد اسحاقؓ تحریر فرماتے ہیں

اب میں ایک آخری بات لکھ کر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں کہ حضور ﷺ تیرہ برس تک مکہ میں اور آٹھ برس تک مدینہ میں کفار عرب کے ظلموں کا تختہ مشق بنے رہے۔ انہوں نے آپؐ کو وطن سے بے وطن کیا۔ آپؐ کو اور آپؐ کے ساتھیوں کو مارا پیٹا۔ زخمی کیا۔ قتل کے درپے ہوئے۔ قید میں رکھا۔ طائف کے لفنگوں نے پتھر مارے۔ گالیاں دیں۔ اوباشوں اور کتوں کو پیچھے بھگاتے ہوئے گیارہ میل تک حضور ﷺ کا تعاقب کیا۔ آپؐ نماز پڑھ رہے ہیں کہ پیٹھ پر اونٹ کی اوجھڑی گندگی سمیت لاکر رکھ دی۔ خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے کے لئے آتے ہیں کہ پٹکہ ڈال کر گلا گھونٹنے لگے۔ جنگ احد میں آپؐ کو زخمی کیا۔ ہجرت کے موقع پر جو آپؐ کو زندہ یا مردہ لاوے اس کے لئے سو اونٹ کا انعام مقرر کرکے آپؐ کو اشتہاری مجرم قرار دے دیا۔ آپؐ کے ساتھیوں کو بے رحمی سے قتل کیا۔ آپؐ پر ایمان لانے والے غلاموں اور لونڈیوں کو مار مار کر اندھا کردیا۔ ظالموں نے مسلمانوں کا ایک پاؤں ایک اونٹ سے اور دوسرا پاؤں دوسرے اونٹ سے باندھ کر دونوں کو چلا کر جسم کے دو ٹکڑے کردیئے۔ عفیفہ عورتوں کی شرمگاہوں میں نیزے مار مار کر شہید کیا۔ مدینہ پر متواتر چڑھ کر آئے۔ آپؐ کی جوان حاملہ صاحبزادی کو اس قدر پتھر مارے کہ اسقاط ہوگیا اور اسی میں وہ فوت ہوگئیں۔

آپؐ کے عفو کا کامل نمونہ

ان تمام ظلموں کے بعد جب مکہ فتح ہوتا ہے اور خدا کا نبیؐ دس ہزار قدوسیوں کے جھرمٹ میں اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ کے مطابق مکہ میں داخل ہوتا ہے اور دوسرے روز سب مکہ والوں کو صحن کعبہ میں جمع کیا جاتا ہے تو بتاؤ نرم سے نرم دل آدمی کیا سزا تجویز کرے گا؟

کیا مسلمانوں کے خون کی کوئی قیمت نہیں؟ کیا حضور ﷺ کی ہتک کا کوئی بدلہ نہیں؟ کیا زینبؓ کا اسقاط حمل بے انتقام جائے گا؟ کیا سمیہؓ مرحومہ کی دردناک موت اور خبیبؓ کا خوفناک قتل ضائع جائے گا؟ کیا مدینہ پر چڑھائیاں اور بدر، احد اور خندق میں مسلمانوں کا قتل ہونا کوئی رنگ نہ لائے گا؟ کیوں نہیں لائے گا اور ضرور لائے گا اور میری طبیعت تو ایک منٹ کے لئے بھی تسلیم نہیں کرسکتی کہ مکہ والوں کو معاف کیا جائے گا نہیں اور ہرگز نہیں میں تو منتظر ہوں کہ ابھی تیر و تلوار کے چلنے، مکانوں کے گرنے، درختوں کے کاٹے جانے، خندقیں کھود کھود کر مکہ کے ظالم درندوں کے زندہ جلائے جانے اور مکہ کی اینٹ سے اینٹ بجائے جانے کی پے درپے آوازیں آئیں گی اور مسلمانوں کا لشکر مکہ سے تب واپس جائے گا جب کہ لوگ کہیں گے کہ مکہ بھی ایسی بستی ہوتی تھی مگر اب نہیں۔ لیکن میں حیران ہوں، میری عقل کام نہیں کرتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ بیداری نہیں بلکہ خواب ہے کیونکہ چاروں طرف مکہ کے باشندوں کو خوشی سے اچھلتے کودتے گھروں کی طرف جاتے دیکھتا ہوں تو پوچھنے پر بتاتے ہیں کہ سب سے رحیم خدا کے سب سے رحیم بندے نے ہم سب کو جمع کرکے صاف الفاظ میں اعلان فرمادیا کہ: اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یعنی جاؤ میں نے تم سب کو معاف کیا اور میں تمہیں تمہارے کسی فعل پر ملامت نہیں کرتا۔

دنیا کے لوگو! بتاؤ کہ اس کا کوئی نمونہ ہے؟ حکومتوں کے نمائندو! نام لو کسی بادشاہ کا جس نے یہ نمونہ دکھایا ہو۔

آنحضرتؐ اور حضرت یوسفؑ کے عفو کا مقابلہ

بے شک حضرت یوسفؑ نے اپنے قصورواروں کو معاف کیا مگر کس کو؟ اپنے سگے بھائیوں کو مگر محمدؐ نے بے شک اپنی برادری کے لوگوں کو معاف کیا مگر وہ سگے نہ تھے۔ پھر یوسفؑ کے ماں باپ زندہ تھے اگر یوسفؑ اپنے بھائیوں کو معاف نہ کرتا تو کیا کرتا۔ کیا بھائیوں کو سزا دے کر ماں باپ کو زندہ درگور کر دیتا؟ مگر محمدؐ اگر سزا دیتے تو کیا مضائقہ تھا۔ پھر یوسفؑ کے بھائیوں نے یوسف کو قتل نہیں کیا بلکہ عمداً خشک کنویں میں ڈال دیا تاکہ یَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّیَّارَةِ یعنی کوئی مسافر اسے لے جائے مگر آپؐ کے دشمنوں نے آپؐ کو اپنی طرف سے قتل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ پھر یوسفؑ کے بھائی گھر سے نکال کر خاموش ہوگئے مگر مکہ کے کافروں نے مدینہ میں بھی چین نہ لینے دیا بلکہ بدر، احد اور خندق غرض ہر موقع پر آپؐ کو تباہ کرنے کی نیت سے حملہ آور ہوئے۔ اس لئے میرے آقا کا اپنی قوم کو معاف کرنا یوسفؑ کے معاف کرنے سے ہزار درجہ، لاکھ درجہ، کروڑوں درجہ بلکہ بے انتہا درجہ بڑھ کر ہے۔ آپؐ اس عورت کو بھی معاف کردیتے ہیں جس نے آپؐ کے چچا کا کلیجہ چبایا تھا۔ آپؐ اس وحشی کو بھی معاف فرماتے ہیں جس نے چھپ کر آپؐ کے چچا کو قتل کیا تھا۔ آپؐ اسے بھی معاف کردیتے ہیں۔ جو اپنے باپ کی طرح مسلمانوں کا جانی دشمن یعنی ابوجہل کا بیٹا عکرمہ تھا۔ یہ ہے عفو کی بے نظیر مثال اور اسے کہتے ہیں قابو پاکر معاف کرنا اور یہ ہے میرے آقا و مولیٰ اور سید کا بے نظیر نمونہ۔ فِدَاکَ اَبِیْ وَاُمِّیْ

اور چونکہ ہر امر میں ہمارے رسول مقبول ﷺ نمونہ ہیں اور کوئی انسانی حالت ایسی نہیں جس میں آپؐ نمونہ نہ ہوں اسی لئے اس وقت آسمان کے نیچے ساری دنیا کے لئے آپؐ کے سوا کوئی شخص کامل نمونہ نہیں ہوسکتا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ

بقیہ: دربار خلافت ...... از صفحہ 2

میں آتے تھے یا ویسے ملتے تھے تو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کی بجائے اَلسَّامُ عَلَیْکَ کہہ کر نعوذ باللہ آپ کی موت کی خواہش کیا کرتے تھے، جیسا کہ پہلے بھی مَیں گزشتہ خطبوں میں حدیث بیان کر چکا ہوں۔ اس پر بعض اوقات صحابہ کہتے کہ ہم اسے قتل کر دیں تو آپؐ فرماتے: نہیں۔ (بخاری کتاب استتابة المرتدین والمعاندین ... باب اذا عرض الذمی وغیرہ ... حدیث نمبر 6926) اس لئے کہ ان کی بیہودہ گوئیوں کا معاملہ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں لیا ہوا ہے۔ جہنم میں ڈال کر جو سزا خدا تعالیٰ نے دینی ہے وہ اس دنیاوی سزا کی طرح نہیں ہوسکتی۔ پس جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں بیشک آپؐ خدا تعالیٰ کے سب سے زیادہ پیارے ہیں۔ تاقیامت آپؐ کا سلسلہ نبوت جاری ہے۔ تمام انبیاء سے آپؐ افضل ہیں لیکن اس کے باوجود تمام رسولوں کی طرح آپؐ کو دشمنانِ دین کی مخالفتوں اور ہر قسم کے نقصان پہنچانے کی تدبیروں کا سامنا کرنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ہر موقع پر یہی کہا کہ اولوالعزم انبیاء کی طرح صبر اور دعا سے کام لے۔ یہی آپؐ کے ماننے والوں کو کہا گیا۔ اور خود ہی بیان فرمایا کہ ان دشمنانِ دین کے استہزاء، بیہودہ گوئیوں اور خباثتوں کا میں کس کس رنگ میں بدلہ لوں گا۔ بعض کا اس دنیا میں اور بعض کا مرنے کے بعد جہنم کی آگ میں ڈال کر۔ ہاں اگر دشمن جنگ کرے اور قوم کا امن وسکون برباد کرے تو پھر اس سے مقابلے کی اجازت ہے۔ کیونکہ اس مقابلہ کی اجازت نہ دی گئی تو مذاہب کے مخالفین ہر مذہب کے ماننے والے کا چین اور سکون برباد کر دیں گے۔

اس دنیا میں کس طرح خدا تعالیٰ آپؐ کی توہین کے بدلے لیتا رہا، اس کے بھی بہت سے واقعات ہیں۔ ایک بدلے کا اعلان قرآن کریم میں یہ کہہ کر فرمایا کہ تَبَّتْ یَدَاۤ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ (اللّهب: 2) کہ ابولہب کے دونوں ہاتھ شل ہو گئے۔ جب آپؐ نے پہلے دعویٰ کیا اور اس وقت جب اپنے رشتہ داروں کو تبلیغ کے لئے اکٹھا کیا تو اس شخص نے جو آپؐ کا چچا تھا بڑے نازیبا الفاظ آپؐ کے بارہ میں استعمال کئے تھے۔ (بخاری کتاب التفسیر باب سورة تبت یدا ابی لہب ... حدیث نمبر 4971) تو قادر و توانا خدا جو بڑے سچے وعدوں والا ہے اُس نے اس کو کس طرح پکڑا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک سفر کے دوران اس پر بھیڑیوں نے حملہ کر دیا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو تاقیامت خدا کے پیارے اور افضل ہیں۔ آپ سے کئے گئے خدا تعالیٰ کے وعدے بھی ہمیشہ پورے ہوتے رہیں گے۔ ہر زمانے میں دشمنانِ اسلام اپنے انجام کو پہنچتے رہے ہیں اور پہنچتے رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند شان کے نظارے اور خدا تعالیٰ کا آپؐ سے پیار کا سلوک دکھاتا چلا جائے۔ اور ہم حقیقی رنگ میں قرآنی تعلیم کو بھی اپنے اوپر لاگو کرنے والے ہوں اور ایسے مومن بننے کی کوشش کریں جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت سے توقع کی ہے۔

(خطبہ جمعہ 28/ جنوری 2011ء)

☆...☆...☆

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت ...... از صفحہ 1

ہے اور اس کو جمعہ کہنا کن معنوں میں درست ہے صرف ان معنوں میں کہ اس دن تمام اگلے اور پچھلے اکٹھے کر دیئے جائیں گے۔......اور وہ ایک دن نہیں ہوگا کہ سورج چڑھا، دن ہوا اور سورج غروب ہوا تو دن غروب ہوا۔ بلکہ ایک زمانہ طلوع ہوگا اور اس سارے زمانے کا نام جمعہ ہے۔ ...دوسری بات آپ نے یہ بیان فرمائی کہ جب اس دنیا پر اس کا اطلاق کر کے دیکھیں تو ایک اور مضمون ابھرتا ہے جس کا سورہ جمعہ میں ذکر موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ اسی روز نفخ صور ہوگا یعنی تمام بنی نوع انسان کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے دین کی طرف بلایا جائے گا اور یہ نفخ صور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے ہے اور اس کے متعلق بکثرت شواہد ملتے ہیں احادیث میں بھی اور گزشتہ اولیاء کے حوالوں سے بھی کہ یہ وعدہ کہ تمام دنیا کے ادیان پر محمد رسول اللہ ﷺ کا دین غالب آئے گا یہ مسیح موعود کے زمانے میں پورا ہونا ہے۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کا دور ہے جس کے متعلق فرمایا ہے اسی روز غشی ہوگی یعنی وہ اتنا خطرناک دور ہوگا کہ پہلے لوگ مدہوش کر دیئے جائیں گے، مار مار پھریں گے، کچھ سمجھ نہیں آئے گی کہ کیا ہوگیا ہے دنیا کو۔ پھر وہ دین اسلام کی طرف راغب کئے جائیں گے۔

اور اس کے بعد فرمایا: پس اس روز تم مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو۔ پس جماعت کے لئے دیکھو کتنی بڑی خوشخبری ہے اس میں کہ یہ وہ زمانہ ہے جس میں ہماری تمام برکتیں درُود سے وابستہ ہو چکی ہیں۔ یہ وہ زمانہ ہے جس میں کثرت سے درود بھیجنے کے نتیجے میں ہم اُن عالمی مصیبتوں سے بچائے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے درود ہی کی برکت سے دنیا میں اسلام پھیلے گا۔ ظاہر بات ہے جب رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجو گے تو رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنے والوں کی کثرت ہوگی۔ کیونکہ آسمان سے خدا اور اس کے فرشتے بھی درود بھیج رہے ہونگے جس کے اندر ایک عددی برکت بھی شامل ہوتی ہے۔ پس کثرت سے درود بھیجو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کثرت سے تم پر اور خدا کے فرشتے بھی تم پر درود بھیجیں گے اور اس کے نتیجے میں عددی برکت بھی نصیب ہوگی۔ یعنی تمہاری تعداد میں بھی اضافہ ہوگا۔

پس اس طرف بہت توجہ کی ضرورت ہے۔ جماعت کو بہت زیادہ درود شریف پڑھنا چاہیے۔ یہاں جو اس وقت آپ بہت تھوڑے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس سال آپ کو بہت سی سعید روحیں ملی ہیں جنہوں نے اس زمانہ کے امام کو پہچانا اور ایمان لائے۔ پس آپ میں سے ہر ایک، پرانے احمدی بھی اور نئے شامل ہونے والے احمدی بھی، اگر اپنی تعداد کو بڑھانا چاہتے ہیں، اپنے آپ کو مضبوط کرنا چاہتے ہیں تو بہت درود پڑھیں۔ سمجھ کر پڑھیں، دل کی گہرائیوں سے پڑھیں تا اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنیں۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۲/ مارچ ۱۹۹۹ء)

آج انشاء اللہ تعالیٰ آپ کا جلسہ بھی شروع ہو رہا ہے۔ ان تین دنوں میں بھی خاص طور پر اس طرف توجہ دیں اور بہت زیادہ درود پڑھیں تا کہ آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے کے فیض آپ کو ان تین دنوں میں بھی نظر آئیں۔ اس جلسہ میں شامل ہونے والوں کے لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہت دعائیں کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام دعاؤں کو آپ سب کے حق میں قبول فرمائے اور آپ سب کو ان کا وارث کرے اور ہمیشہ اپنے فضلوں اور رحمتوں سے نوازتا رہے۔ آمین۔

(خطبہ جمعہ 5/ ستمبر 2003ء)

فرمانِ رسولؐ

عورتوں کے حقوق

حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، قَالَ : كَانَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ يُحَدِّثُ ، أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامٰى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ سورة النساء آية ٣ ، قَالَتْ : هِيَ الْيَتِيمَةُ فِي حَجْرِ وَلِيِّهَا فَيَرْغَبُ فِي جَمَالِهَا ، وَمَالِهَا ، وَيُرِيدُ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا بِأَدْنَى مِنْ سُنَّةِ نِسَآئِهَا ، فَنُهُوا عَنْ نِكَاحِهِنَّ إِلَّآ أَنْ يُّقْسِطُوا لَهُنَّ فِي إِكْمَالِ الصَّدَاقِ ، وَأُمِرُوا بِنِكَاحِ مَنْ سِوَاهُنَّ مِنَ النِّسَاءِ ، قَالَتْ عَائِشَةُ: ثُمَّ اسْتَفْتَى النَّاسُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ سورة النساء آية ١٢٧ ، قَالَتْ : فَبَيَّنَ اللَّهُ فِي هَذِهِ أَنَّ الْيَتِيمَةَ إِذَا كَانَتْ ذَاتَ جَمَالٍ وَمَالٍ رَغِبُوا فِي نِكَاحِهَا وَلَمْ يُلْحِقُوهَا بِسُنَّتِهَا بِإِكْمَالِ الصَّدَاقِ ، فَإِذَا كَانَتْ مَرْغُوبَةً عَنْهَا فِي قِلَّةِ الْمَالِ وَالْجَمَالِ تَرَكُوهَا وَالْتَمَسُوا غَيْرَهَا مِنَ النِّسَاءِ ، قَالَ : فَكَمَا يَتْرُكُونَهَا حِينَ يَرْغَبُونَ عَنْهَا ، فَلَيْسَ لَهُمْ أَنْ يَنْكِحُوهَا إِذَا رَغِبُوا فِيهَا إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهَا الْأَوْفَى مِنَ الصَّدَاقِ وَيُعْطُوهَا حَقَّهَا۔

ترجمہ: حضرت عروہ بن زبیرؓ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آیت ''وإن خفتم أن لا تقسطوا فی الیتامی فانکحوا ما طاب لکم من النساء'' ''اور اگر تم ڈرو کہ یتیموں کے حق میں انصاف نہیں کرو گے تو (اور) عورتوں میں سے جو تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کرلو۔'' کا مطلب پوچھا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ یتیم لڑکی ہے جو اپنے ولی کی زیر پرورش ہو پھر ولی کے دل میں اس کا حسن اور اس کے مال کی طرف سے رغبت نکاح پیدا ہو جائے مگر اس کم مہر پر جو ویسی لڑکیوں کا ہونا چاہئے تو اس طرح نکاح کرنے سے روکا گیا لیکن یہ کہ ولی ان کے ساتھ پورے مہر کی ادائیگی میں انصاف سے کام لیں (تو نکاح کر سکتے ہیں) اور انہیں لڑکیوں کے سوا دوسری عورتوں سے نکاح کرنے کا حکم دیا گیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی ''ویستفتونك فی النساء قل اللہ یفتیکم فیھن'' ''آپ سے لوگ عورتوں کے متعلق پوچھتے ہیں آپ کہہ دیں کہ اللہ تمہیں ان کے بارے میں ہدایت کرتا ہے۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان کر دیا کہ یتیم لڑکی اگر جمال اور مال والی ہو اور (ان کے ولی) ان سے نکاح کرنے کے خواہشمند ہوں لیکن پورا مہر دینے میں ان کے (خاندان کے) طریقوں کی پابندی نہ کر سکیں تو (وہ ان سے نکاح مت کریں) جبکہ مال اور حسن کی کمی کی وجہ سے ان کی طرف انہیں کوئی رغبت نہ ہوتی ہو تو انہیں وہ چھوڑ دیتے اور ان کے سوا کسی دوسری عورت کو تلاش کرتے۔ راوی نے کہا جس طرح ایسے لوگ رغبت نہ ہونے کی صورت میں ان یتیم لڑکیوں کو چھوڑ دیتے اسی طرح ان کے لئے یہ بھی جائز نہیں کہ جب ان لڑکیوں کی طرف انہیں رغبت ہو تو ان کے پورے مہر کے معاملے میں اور ان کے حقوق ادا کرنے میں انصاف سے کام لئے بغیر ان سے نکاح کریں۔

(صحیح بخاری حدیث نمبر: 2763)

بقیہ: آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کی صفتِ شکور کے مظہرِ اتم

از صفحہ 7 ......

قدر افزائی کی اور اُس کی نیکی سے بڑھ کر اُسے صلہ دیا۔

مطعم بن عدی مکہ کا رئیس تھا اُس نے آپ کے ساتھ یہ نیکی کی تھی کہ جب آپؐ طائف سے اوباشوں کے ہاتھوں بے حد تکلیف اور دُکھ اُٹھا کر واپس آئے اور مکہ میں داخل ہونا چاہا تو مکہ والوں نے اجازت نہ دی۔ اُس وقت یہ سردار مُطعِم بن عدی سامنے آیا اور اپنی حفاظت میں لے کر مکہ میں داخل کیا۔ اُس سردار نے کفر کی حالت میں ہی وفات پائی تھی لیکن اُس کے اس احسان کو حضور نے ہمیشہ یاد رکھا۔ چنانچہ جنگِ بدر کے موقعہ پر جب مکہ کے قیدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے گئے، حضورؐ کو مُطعِم بن عدی یاد آگئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر مُطعِم بن عدی آج زندہ ہوتا اور مجھ سے ان لوگوں کی سفارش کرتا تو مَیں ان سب کو یونہی آزاد کر دیتا۔ (بخاری)

آج ہمیں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ کیا ہم خدا تعالیٰ کی عبادت اور اُس کے شکر کا حق ادا کرنے والے ہیں؟ اس زمانہ میں جبکہ ہمیں اور ہمارے بچوں کو ایسی سہولتیں اور ایسی نعمتیں میسّر ہیں جو آج سے پہلے ہر کسی کو میسر نہ تھیں مگر مشاہدے میں یہ بات اکثر آتی ہے کہ شکر کا حق ادا کرنے کی بجائے اکثر ناشکری کی جاتی ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو پہلے سے بڑھا کر نوازتا ہے۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائیں اور بچوں کو بھی اس کی عادت ڈالیں۔ ہمیں غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے کہ جس خاتم الانبیاء کی محبت کا ہم دعویٰ کرتے ہیں۔ کیا ہماری زندگیاں اُن کے بتائے ہوئے اُصولوں اور اُن کے اُسوۂ کے مطابق ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر یہ ہے کہ اُس کی سچے دِل سے عبادت کریں اُس کی نعمتوں کا ہر حال میں شکر بجالائیں۔ کامل فرمانبرداری اختیار کریں اُس کی رضا کو ہر کام پر ہمیشہ مقدم رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

والدین کے احسانات کا ہم بدلہ نہیں چُکا سکتے، اُن کی خدمت اور اطاعت ہم پر واجب ہے۔ اُن کا شکر یہ ہے کہ اُن سے حُسنِ سلوک سے پیش آئیں۔ کسی طرح بھی اُن کے لئے دُکھ کا باعث نہ بنیں۔ خلافت اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے اُس کی قدر کرنا ہم پر لازم ہے۔ خلافت کے ہر حکم پر لبیک کہیں۔ خطبات توجہ سے سُنیں اور اُس پر عمل کریں۔

نظامِ خلافت کے ساتھ ایک پورا انظام ہے جو کہ ہمہ وقت بغیر کسی معاوضہ کے دن رات خدمت پر معمور ہے۔ اس نعمت پر شکر یہ ہے کہ اُن کا دستِ راست بنیں اور اُن کے لئے ہمیشہ اپنے دلوں میں محبت کے جذبات رکھیں۔ خواہ کسی نے کوئی چھوٹی سی ہی خدمت کی ہو، اُس کی قدر کریں اور چھوٹی چھوٹی نیکی کو بھی یاد رکھیں، اُن کے ساتھ عزّت سے پیش آئیں نیز اُن کے لئے دُعا کریں۔

جن ممالک میں ہم رہتے ہیں اُن ممالک کے بھی ہم پر بہت احسانات ہیں۔ انہوں نے اُس وقت ہمیں پناہ دی اور ہمارے ساتھ رحم کا سلوک کیا جب ہم اپنے وطن سے نکلنے پر مجبور کئے گئے۔ اس پر شکر یہ ہے کہ ملکی قوانین کے خلاف کبھی کوئی کام نہ کریں اور ملک وملّت کی بہتری کے لئے کوشاں رہیں۔ ان کے لئے دُعائیں کریں کہ وہ اپنے رب کو پہچان لیں اور اس کا قرب پالیں۔

اپنے گھروں میں تمام افراد میں شکر کی عادت ڈالیں اور بچوں کو بھی بچپن سے شکر کرنا سکھائیں۔ اللہ نے جو دیا ہے اُس پر قناعت کریں اور شکر بجالائیں اور گھروں کو جنّت نظیر بنائیں۔ یاد رکھیں خوبیوں کو دیکھنے اور گننے سے شکر کی توفیق ملتی ہے مگر عیبوں کو گننے سے نہیں۔ اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو مزید نعمتیں عطا کرتا ہے ناشکری کرنے سے گھر تو گھر ملکوں سے بھی برکت اُٹھ جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کرے کہ ہمارا شمار اُس کے شکر گزار بندوں میں ہو۔ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ پر عمل کر کے دوسری قوموں کے لئے بھی نمونہ ٹھہریں۔ آمین

☆...☆...☆

آج کی دعا

اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صلّٰى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمِ وَأَنْتَ الْمُسْتَعَانُ، وَعَلَيْكَ الْبَلَاغُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔

(جامع ترمذی)

ترجمہ: اے اللہ ہم تجھ سے وہ تمام بھلائیاں و برکتیں مانگتے ہیں جو تیرے نبی ﷺ نے تجھ سے مانگی اور تجھ سے ان باتوں سے پناہ چاہتے ہیں جن سے تیرے نبی محمد ﷺ نے پناہ چاہی۔ تو ہی ہے جس سے مدد چاہی جاتی ہے۔ پس تیرے تک دعا کا پہنچانا لازم ہے۔ اور کوئی طاقت یا قوت حاصل نہیں مگر اللہ کو۔

یہ پیارے رسول حضرت محمد ﷺ کی حصولِ خیر کی افضل وجامع دعا ہے۔

حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم نے رسولِ کریم ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے بہت ساری دعائیں کی ہیں جو ہمیں یاد ہی نہیں رہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایک جامع دعا (مندرجہ بالا) سکھاتا ہوں، تم یہ یاد کرلو۔

(ترمذی کتاب الدعوات)

(مرسلہ: قدسیہ محمود سردار)

طاہرہ زرتشت منیر۔ ناروے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی صفتِ شکور کے مظہرِ اتم

ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ سے متعلق کسی نے آپؐ کی زوجہ حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا تو آپؓ نے جواب دیا کہ ”کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْآن“ کہ آپؐ کے اخلاق قرآنِ کریم کے عین مطابق تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ربّ کی صفتِ شکور کے مظہر اتم تھے۔ چھوٹے سے چھوٹے احسان کی قدر کرنا اور اُس پر تشکر کے جذبات کا اظہار آپؐ کی سرشت میں داخل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنے بے شمار انعامات نازل کئے، آپؐ کو بہت بلندمرتبہ پر فائز کیا۔ آپؐ کو دونوں جہانوں کا سردار بنایا۔ تمام انبیاء میں سے سب سے افضل اور خاتم النّبیین کے لقب سے نوازا۔ آپؐ ہر لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی ان سب نعمتوں پر عبدِشکور کا حق ادا کرتے تھے۔ ساری ساری رات عبادت کے لئے کھڑے رہتے۔ پاؤں سوج جاتے، صحابہؓ عرض کرتے کہ آپ اتنی عبادت کیوں کرتے ہیں۔ آپ اتنی تکلیف کیوں اُٹھاتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے اگلے پچھلے بشری لغزشیں معاف کر رکھے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ ”کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔“

اللہ تعالیٰ کی محبت اور عبادت کے ذریعہ سے ہی اُس کا شکر ادا کیا جا سکتا ہے۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے بَلِ اللّٰہَ فَاعۡبُدۡ وَکُنۡ مِّنَ الشّٰکِرِیۡنَ۔ (سورۃ الزمر: 67) یعنی اللہ کی ہی عبادت کر اورشکر ادا کرنے والوں میں شامل ہو جا۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہروقت، اُٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، کھاتے پیتے، ہمہ وقت اللہ کی یاد اور اُس کے شکر میں مصروف رہتے۔ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ ”ایک رات میری آنکھ کھل گئی تو میں نے بستر ٹٹولا آپ ﷺ بستر پر نہیں تھے۔ میں آپؐ کی تلاش میں باہر نکلی تو دیکھا کہ آپؐ سجدہ میں پڑے ہوئے ہیں اور بڑے تضرّع کے ساتھ دُعا کر رہے ہیں۔“

13 سال تک مکہ میں آپ ﷺ کو قسم قسم کے مظالم کا نشانہ بنایا جاتا رہا۔ مگر آپؐ اُس کام سے پیچھے نہیں ہٹے جو آپؐ کے سپرد کیا گیا تھا۔ دشمنوں نے آپؐ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا اور آپؐ کو اپنے وطن عزیز سے مجبورًا ہجرت کرنی پڑی۔ ہجرت کے بعد بھی دشمن نے آپؐ کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ سارے عرب کو اکسایا اور آپؐ کے خلاف پے در پے فوجیں حملہ آور ہوئیں۔ ان حالات میں بھی ساری مصیبتوں اور ابتلاؤں میں آپ ذرّہ بھر نہیں گھبرائے اور کبھی ناشکری کا کوئی کلمہ زبان پر نہ لائے بلکہ ان مشکل ترین حالات میں بھی ہمیشہ زبان شکر سے تر رہتی۔

اللہ تعالیٰ کے شکر کا ایک یہ بھی طریق ہے کہ اُس کی مخلوق کے ساتھ نیکی اور بھلائی کا سلوک کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاَحۡسِنۡ کَمَاۤ اَحۡسَنَ اللّٰہُ اِلَیۡکَ (القصص :18)

”اور احسان کا سلوک کر جیسا کہ اللہ نے تجھ سے احسان کا سلوک کیا“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک شخص کے ساتھ احسان کا سلوک فرماتے اور خاص طور پر غرباء اور مساکین کا بہت خیال رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت میں آپؐ کا دل اس قدر گُداز تھا کہ جب کوئی نعمت ملتی تو آپ کا رُواں رُواں شکر کے جذبات سے لبریز ہو جاتا اور آپؐ خُدا کا شکر ادا کرنے کے لئے سجدہ میں گر جاتے۔ (ابو داؤد کتاب الجہاد)

قبیلہ ہمدان کے اسلام قبول کرنے کی خبر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپؐ نے سجدۂ شکر ادا کیا۔ جب آپؐ پر دُرود بھیجنے کی آیت نازل ہوئی تو اللہ کی اس نوازشِ خاص پر آپؐ کا دِل شکر سے لبریز ہوگیا اور آپؐ سجدہ میں گر گئے۔

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے کہ ایک جگہ آپؐ سواری سے اُتر گئے اور ہاتھ اُٹھا کر دیر تک دُعا کی اور پھر سجدہ میں گر گئے پھر سر اُٹھایا اور دُعا کی اور پھر سجدہ میں گر گئے۔ پھر سر اُٹھایا اور دُعا کی اور پھر سجدہ کیا۔ دیر تک سجدہ میں رہے۔ پھر اُٹھے اور بڑے تضرّع کے ساتھ دُعا کی اور اس کے بعد پھر لمبا سجدہ کیا۔ دُعا سے فارغ ہو کر حضور ﷺ نے فرمایا: ”میں نے اُمّت کے لئے تین دُعائیں مانگی تھیں، وہ قبول ہوئیں۔ جب دُعا قبول ہوتی تو مَیں شکر ادا کرنے کے لئے سجدہ کرتا تھا۔“ (ابوداؤد کتاب السجود)

مکّہ کی عظیم الشّان فتح کے موقعہ پر جب آپؐ کو اطلاع ملی کہ قریش مکّہ کی مزاحمت بالکل دَم توڑ چکی ہے تب اللہ تعالیٰ کی نصرت کے وعدوں کو پورا ہوتے دیکھ کر آپؐ کا دِل شکر کے جذبات سے بھر گیا۔ آپؐ نے وہیں سواری پر بیٹھے بیٹھے ہی سجدہ کیا۔ یہاں تک کہ آپؐ کا سر کجاوہ کے ساتھ جا لگا۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ مَنۡ لَّا یَشۡکُرُ النَّاسَ لَا یَشۡکُرُ اللّٰہَ یعنی جو شخص لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکریہ بھی ادا نہیں کرتا۔

ہمارے پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جس نے کبھی بھی کوئی ذرّہ بھر نیکی یا بھلائی کی تھی آپ نے ہمیشہ اُس کا شکریہ ادا کیا اور اُسے بھلائی کا بہترین صلہ دیا۔

آپ کی رضائی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ تھیں۔ حضرت خدیجہؓ سے شادی کے بعد وہ آپ سے ملنے آئیں اور اُنہوں نے بتایا کہ خشک سالی کے باعث اُن کے مویشی مرگئے ہیں۔ آپؐ نے اُنہیں چالیس بکریاں اور سامان سے لدا ہوا اونٹ عنایت فرمادیا۔

ہجرت کے بعد وہ ایک دفعہ آپؐ سے ملنے کے لئے تشریف لائیں تو آپؐ بے قرار ہو کر ”میری ماں! میری ماں!“ کہتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی چادر اُن کے لئے فرش پر بچھا دی۔

حضرت حلیمہؓ کی ایک لڑکی تھی جو بچپن میں آپؐ کو کھلایا کرتی تھی۔ غزوۂ حنین کے موقعہ پر جو لوگ قید ہوئے اُن میں وہ بھی قید ہو کر آئی۔ حضور نے اُنہیں پہچان لیا اور بڑی عزّت اور احترام کا سلوک فرمایا اور اُن کی خاطر اُن کے قبیلے کے چھ ہزار قیدی رہا کر دیئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر ایک نوجوان غلام تھے۔ جن کا نام زید بن حارثہ تھا۔ حضرت خدیجہؓ کے ساتھ شادی کے بعد حضور نے سب غلاموں کو آزاد کر دیا تھا۔ اُن میں حضرت زیدؓ بھی شامل تھے۔

مگر اُنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہنے کو ترجیح دی اور اپنے والد اور چچا کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ حضرت زیدؓ کی اس وَفا کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بے حد اثر تھا۔ چنانچہ آپ نے زیدؓ کو وہ مقام دیا جو اور کسی کو حاصل نہ ہوا تھا۔ حضرت زیدؓ بھی حضور کے ایک اشارے پر اپنی جان قربان کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔

ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی جنتی عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے تو اُسے چاہئے کہ حضرت اُمّ ایمنؓ سے شادی کر لے۔ حضرت زیدؓ نے آپ کا اشارہ سمجھ لیا اور شادی کے لئے تیار ہوگئے اُس وقت حضرت اُمّ ایمنؓ کی عمر حضرت زیدؓ سے دوگنی تھی وہ حبشی الاصل تھیں

حضرت زیدؓ کی اس نیکی کا صلہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح دیا کہ ہجرت کے بعد آپؐ کی شادی اپنی پھوپھی زاد بہن کے ساتھ کر دی۔ یہ عقد حضرت زیدؓ کے لئے باعثِ افتخار تھا گو کہ بعد میں یہ شادی کامیاب نہ ہوسکی اور طلاق ہوگئی۔

حضرت زیدؓ کی وَفاشعاری اور خدمت گزاری کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے بیٹے حضرت اُسامہؓ سے بھی ہمیشہ بہت محبت وشفقت کا سلوک فرمایا۔ حضرت اُسامہ بتاتے ہیں کہ حضور مجھے ایک زانو پر بٹھا لیتے تھے اور حضرت حسنؓ کو دوسرے پر اور ہم دونوں کو چمٹا کر پیار کرتے۔

فتح مکہ کے موقعہ پر آپؐ نے اُن کے بیٹے اُسامہ کو یہ اعزاز بخشا کہ اُن کو اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھا لیا۔

حضرت زیدؓ کی وَفاشعاری کی شکرگزاری کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُسامہ کو ایک لشکر کا سپہ سالار مقرر فرمایا۔ اُس وقت حضرت اُسامہؓ کی عمر صرف 17 سال تھی۔ بڑے بڑے جرنیل صحابہؓ اُن کے ماتحت تھے۔

منافقین نے چہ میگوئیاں کیں کہ ایک کم عمر ناتجربہ کار لڑکے کو امارت سونپ دی گئی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ مسجد میں تشریف لائے اور خطبہ ارشاد فرمایا۔

آپ نے فرمایا: ”پہلے اُس کے باپ کی سرداری پر بھی تم معترض تھے۔ خُدا کی قسم وہ مجھ کو سب سے زیادہ محبوب تھا اور اُس کے بعد اُسامہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب کے لئے سراپا شکر تھے جس نے بھی کبھی آپ کے ساتھ ذرّہ بھر بھی نیکی کی، حضورؐ نے اُس کی

بقیہ صفحہ 6 پر

مرسلہ: کاشف محمود

آنحضرت ﷺ بحیثیت ”داعی الی اللہ“

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیۡرًا۔ وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذۡنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیۡرًا۔ ترجمہ: ”اے نبی! ہم نے تمہیں گواہی دینے والا اور خوشخبری دینے والا اور انذار کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کے اِذن سے اس کی طرف بلانے والا روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔“

(سورۃ الاحزاب۔ 46،47)

پھر ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ۔ وَ اِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهٗ۔ وَ اللّٰهُ یَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهۡدِی الۡقَوۡمَ الۡكٰفِرِیۡنَ۔

(سورۃ المائدہ :68)

ترجمہ: ”اے رسول! تیرے رب کی طرف سے جو کلام بھی تجھ پر اُتارا گیا ہے اُسے لوگوں تک پہنچا۔ اگر تونے ایسا نہ کیا تو گویا تو نے اس کا پیغام بالکل نہیں پہنچایا اور اللہ تعالیٰ تجھے لوگوں کے حملے سے محفوظ رکھے گا۔ اللہ کافروں کو ہرگز کامیابی کی راہ نہیں دکھائے گا۔“

دعوت الی اللہ انبیاء علیہم السلام کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو دُنیا میں خالص توحید کے قیام کے لئے مبعوث فرمایا۔ دُنیا میں جس قدر انبیاء آئے ان سب نے انسانوں کو معبودِ حقیقی یعنی خدائے واحد کی جانب ہی بلایا اور فرمایا کہ اس کی عبادت کرو اور اس کی تمام ترصفات پر ایمان لاؤ۔

قارئینِ کرام! جس احسن طریق پر اور اعلیٰ درجہ پر یہ کام ہمارے آقا و مولیٰ سیّدنا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ آپؐ کی بعثت سے قبل دُنیا گمراہی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبی ہوئی تھی اور کلام اللہ کے مطابق ظَهَرَ الۡفَسَادُ فِی الۡبَرِّ وَ الۡبَحۡرِ کا نقشہ تھا۔ لوگوں میں بے شمار برائیوں کے علاوہ سب سے بڑی خرابی یہ تھی کہ وہ سینکڑوں معبودانِ باطلہ کے پُجاری تھے۔ ایسے حالات کو دیکھ کر قرآن مجید کے مطابق وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی (سورۃ الضحیٰ) وہ دردمند دل جو اپنی قوم کی محبت سے سرشار تھا وہ تڑپا اور خدا نے اسے قوم کے لئے مصلح بنایا۔ آپؐ کا قلبِ اطہر تباہ حال انسانیت کو بچانے کے لئے تنہائی میں خدا کے حضور گریہ وزاری و آہ وبکا سے پگھلتا۔ پس اس فانی فی اللہ کی مضطرعانہ دُعاؤں کا نتیجہ تھا کہ اس انتہا بگڑی ہوئی قوم کو نہ صرف انسان بلکہ خدا نما انسان بنا دیا۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان دُعاؤں اور تاثیرات کا نقشہ کچھ یوں کھینچا ہے:

”وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے۔ پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے۔ اور دُنیا میں یکدفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔ کچھ جانتے ہو وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دُعائیں ہی تھیں جنہوں نے دُنیا میں شور مچا دیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس اُمّی بیکس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔“

(برکات الدعا صفحہ 5)

قارئینِ کرام! آغازِ وحی سے آپؐ پر آپ کے فرائض اور آئندہ آنے والی ذمہ داریوں سے پوری طرح سے آگاہی ہو چکی تھی۔ مگر خدا تعالیٰ نے یہ ارشاد فرما کر کہ یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ فریضہ تبلیغ کو آپؐ کی بعثت کی اصل غرض قرار دے دیا اور تاریخ شاہد ہے کہ رسولِ دو جہاں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اِذنِ الٰہی سے داعی الی اللہ کے بلند ترین مقام پر فائز ہو کر ارشادِ ربّانی بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡكَ کے فریضہ کو جس احسن طریق پر سرانجام دیا وہ قابلِ ستائش ہے۔ تمام سیرتِ طیبہ پہ نگاہ ڈالنے سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ آپؐ کامیاب اور بہترین داعی الی اللہ تھے اور کسی بھی موقع پر خواہ کیسا ہی کیوں نہ ہو اپنے اس فرضِ منصبی سے غافل نہیں ہوئے۔ ہزاروں ہزار دُرود اس محسن پر جس نے اس راہ میں انواع و اقسام کی تکالیف برداشت کیں، گھر سے بے گھر ہوئے ،عزیز و اقارب کی قربانیاں دیں۔ ہر قسم کے دُنیاوی لالچ دیئے گئے، لہو لہان کئے گئے مگر ہر دو میدان میں دشمن کو ہزیمت اٹھانی پڑی، نہ کوئی خوف آپؐ کو پایۂ استقلال سے ہٹا سکا اور نہ ہی کوئی لالچ آپؐ کو آپ کے مشن سے ہٹا سکی۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ۔

قارئینِ کرام! ابتدائے رسالت میں تین سال تک آپؐ نے خاموشی سے یہ فرض انجام دیا اور اس کے بعد بہت خوبصورت پھل عظیم اکابر صحابہ کرامؓ کی صورت میں عطا ہوئے۔ مگر پھر بھی ایک ضعف کی سی حالت تھی۔ نبوت کے چوتھے سال اعلانیہ تبلیغ کا حکم ہوا تو آپؐ نے نہایت دلیرانہ انداز میں اہلِ مکہ کو حق کی دعوت دی اور اس موقع پر بھی جس فراست اور تبلیغی حکمت کو آپؐ نے اپنایا وہ بھی تاریخ میں ایک نہایت روشن مثال ہے۔ اس پہ کفار مکہ نے جب استہزا سے کام لیا تو آپؐ تھک کر مایوس ہو کر بیٹھ نہیں گئے بلکہ ایک نئے عزم کے ساتھ پھر ان کے لئے دعوت کا اہتمام فرمایا اور اس موقع پر جب آپؐ نے پیغامِ حق دینا چاہا تو ابولہب کی شرارت کی بدولت لوگ منتشر ہو گئے۔ اگلی بار پھر دعوت کا اہتمام فرمایا اور کفارِ مکہ تک پیغامِ خدائے واحد کو رکھا جس کو سن کر سوائے ایک کمسن بچے کے کسی نے قبول نہ کیا۔ آپؐ نے تبلیغی سرگرمیوں کو تیز کرنے کے لئے اپنے چند صحابہؓ کے ہمراہ خفیہ مرکز قائم فرمایا تا کہ متلاشیانِ حق تک پیغامِ حق کو رکھ سکیں۔ کفار مکہ ان سب سرگرمیوں سے خوب آگاہ تھے انہوں نے ہر ممکن کوشش کی کہ کسی طور پر آپؐ کو پیغامِ حق پہنچانے سے روک سکیں۔ مگر اُن کی ہر چال ناکام اور ہر حیلہ بیکار جاتا رہا اور یوں شمعِ حق جو ایک چھوٹے سے علاقے میں جلی تھی اس کا چرچا سارے عرب میں ہونے لگا۔

جوں جوں آنحضرت ﷺ ارشادِ ربّانی کے ماتحت اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو تیز فرماتے جاتے مخالفت کی آگ اور بھڑک اٹھتی۔ اس دوران کئی مصائب کے علاوہ آپؐ اور آپ کے تمام خاندان کو تین سال تک محصور رہنا پڑا۔ ایک طویل عرصے بعد سن 10 نبوی میں جب محصوریت کا المناک دَور ختم ہوا تو آپؐ نے مکہ سے باہر تبلیغ کی غرض سے طائف کی جانب سفر اختیار کیا۔ طائف میں رسولِ خدا ﷺ کے ساتھ ہونے والے شرمناک سلوک سے کون مسلمان واقف نہیں مگر یہ سلوک بھی آپؐ کو پایہ استقلال سے ہٹا نہ سکا۔

غرض کفار مکہ نے اپنا ایڑی چوٹی کا زور لگا کے دیکھ لیا کہ کسی طور پر اسلام کو یا آپؐ کی ذات کو نقصان پہنچا سکیں مگر مشیتِ ایزدی ان کی ہر چال ناکام کر رہی تھی اور اسلامی چشمہ کے جس بہاؤ کو روکنے کے لئے وہ سرتوڑ کوشش کر رہے تھے اس کا منہ یثرب کی جانب بہہ نکلا اور یوں شوکتِ اسلام کا نیا باب رقم ہوا۔ مبلغِ اعظم نے 13 سال مکہ میں پوری تندہی کے ساتھ توحیدِ حق کی منادی کی اور جب آپؐ نے چاہا کہ یثرب میں امن وسکون سے دین کے پیغام کو لوگوں تک پہنچائیں تو یہ بات بھی دشمنوں کو گوارا نہ ہوئی۔ ہجرت مدینہ سے لے کر صلح حدیبیہ تک بارہا آپؐ کو جنگوں اور غزوات میں سے گزرنا پڑا اور ہر ممکن کوشش کی کہ واحد و یگانہ کے پرستاروں کو صفحہ ہستی سے مٹا ڈالیں مگر انہی کے گرم کئے ہوئے میدانِ کارزار کو خدا نے توحید اور توحید کے علمبرداروں کے لئے عظمت کا نشان بنا دیا۔

قارئینِ کرام! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغی سرگرمیوں میں آپؐ کے حسنِ سلوک اور حسنِ تدبیر کو بھی نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ چنانچہ آپؐ کے حسنِ سلوک سے متاثر ہو کر بعض اوقات پتھر دل موم بن کر آستانہ الٰہی پر پگھل جاتے اور اکڑی ہوئی گردنیں ربِّ کریم کے حضور سرنگوں ہو جاتیں۔ اشد ترین دشمن ایسے دوست بن جاتے کہ ان سے بڑھ کر کوئی دوست نہ ہو۔

تبلیغی نقطہ نگاہ کو مدِنظر رکھتے ہوئے آپؐ نے تمام بادشاہوں کے نام تبلیغی خطوط بھجوائے اور اس ضمن میں ان تمام امور کو ملحوظِ خاطر رکھا جو بادشاہوں کو مخاطب کرنے کے لئے ضروری تھے اور یہ ایک بہترین حکمت تھی۔ اس دوران کئی متلاشیانِ حق آپؐ کے دربار میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوتے رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آغازِ نبوت سے زندگی کے آخری لمحہ تک اپنے فرضِ منصبی سے کبھی غافل نہیں ہوئے۔ خدا کا یہ برگزیدہ انسان اور محبوب رسولؐ ہر دَور میں خدا کا پیغام پہنچاتا رہا۔ پہلے افراد نے آپؐ کی تبلیغ سے اسلام قبول کیا اور پھر قبائل میں اسلام پھیلا اور بڑھتے بڑھتے چہار اکناف میں اسلام کا ڈنکا بجنے لگا۔ غرض کہ آپؐ کی زندگی کا اَوڑھنا بچھونا خدائے واحد کی تعلیم کا پرچار کرنا تھا یہاں تک کہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپؐ نے سوال کیا: ”کیا میں نے احکامِ الٰہی تم کو پہنچا دیئے“ سب نے یک زبان ہو کر سب نے جواب دیا ہاں! اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اے اللہ! تو گواہ رہنا کہ میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا ہے۔“ چنانچہ اپنے کام کی کامیاب تکمیل کے بعد اَللّٰهُمَّ بِالرَّفِیۡقِ الۡاَعۡلٰی کہتے ہوئے اس فانی دُنیا کو چھوڑ کر اپنے مولا حقیقی سے جا ملے۔

ایک وہ شخص جسے اس کی قوم نے حقارت کی نظر سے دیکھا اور رد کر دیا وہ خدا کی راہ میں دلیری کے ساتھ اپنے شہر سے نکلتا ہے اور ایک بُت پرست شہر میں جا کر اُن کو توحید کی طرف بلاتا ہے اور توبہ کا وعظ کرتا ہے۔ اس واقعہ سے یقیناً اس بات پر روشنی پڑتی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے صدق دعویٰ پر کس درجہ ایمان تھا۔

☆…☆…☆

آنحضرتؐ کا اپنے اہل بیت کے ساتھ حسن سلوک

رسول کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے مسلمانوں کی ناواقفیت

اس وقت جب کہ کفر و ضلالت کی گھٹا تمام دُنیا پر چھائی ہوئی ہے اور دُنیا نیکی کے راستہ سے دُور جا پڑی ہے۔ضرورت ہے کہ اسے راہ راست پر لانے کے لئے ایک ایسا کامل نمونہ دکھایا جائے جو ہر شعبہ زندگی میں دُنیا کے لئے مشعل راہ ہو۔افسوس ہے کہ اور تو اور بدقسمتی سے خود مسلمان بھی جو ایک ایسے عظیم الشان ہادی و رہبر کے پیرو ہیں جو ہر لحاظ سے بنی نوع انسان کے لئے ایک کامل نمونہ ہے اور جس کی تعلیم اور شریعت ہر ایک مشکل کا حل اپنے اندر رکھتی ہے بہت کم اپنے آقا و سردار صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زِندگی اور اسوۂ حسنہ سے واقف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی زندگی کسی پہلو سے بھی غیروں کے لئے قابلِ تقلید مثال پیش نہیں کرسکتی۔

یوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک سیرت کا ہر پہلو ہی اپنی ذات میں اکمل و اتم ہے اور آپؐ کا مقدس وجود جامع جمیع صفات کاملہ ہے۔مگر اسے میری نسائیت کا تقاضا سمجھیں یا حقیقت پر محمول قرار دے لیں کہ دُنیاوی اُمور میں وہ بات جو خصوصیت سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجھے بہت ہی پیاری اور دلکش معلوم ہوئی ہے وہ آپؐ کا اپنے اہل بیت کے ساتھ انتہائی رِفق اور حِلم کے ساتھ پیش آنا ہے۔

آنحضرت ﷺ کی بعثت کے وقت عورت کی حالت

یہ امر اکثر لوگوں سے پوشیدہ نہیں کہ آپؐ کی بعثت کے زمانہ میں اس کمزور طبقۂ اناث کی حالت کس قدر ناگفتہ بہ تھی۔عدل و راستی کا نام و نشان نہ تھا عورتوں کو حیوانوں کے سے بدتر خیال کیا جاتا تھا اور اس قدر ناگفتہ بہ حالت تھی کہ جس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔اس وقت آپؐ مظلومین کے لئے رحمت بن کر آئے اور جیسا کہ عدل و انصاف کا تقاضا تھا انہیں ان کے حقوق دلوائے۔

عورت و مرد میں تمدنی مساوات

اُس وقت جبکہ عورت ہونا ہی سخت عیب خیال کیا جاتا تھا اور وہ سوسائٹی میں میں ایک ذلیل ہستی تصوّر کی جاتی تھی، آپؐ نے اُسے قعر مذلّت سے اُٹھایا اور نقّارہ کی چوٹ سے اَلنِّسَاءُ شِقَائِقُ الرِّجَال فرما کر اُنہیں مَردوں کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کیا اور ایسا ہی ارشادِ خداوندی کے ماتحت وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِی عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْف کی تلقین فرما کر اُنہیں تمدّنی طور پر بھی مساوات عطا فرمائی۔

اَزواجِ مطہراتؓ سے آپؐ کا حسن سلوک

آپ ﷺ نے نہ صرف قولاً عورت کے حقوق کی حفاظت کی بلکہ عملاً بھی اس کی عزت اور محبت کی ایک زبردست مثال قائم کی اور باوجود اس قدر عظیم الشان اور اہم ذمہ داریوں کے جو مختلف جہات سے آپؐ پر عائد ہوئی تھیں، آپؐ نے جس خوبی کے ساتھ اس بھاری خانگی ذمہ داری کو جو تعدّدِ اَزدواج کی وجہ سے لازماً پیدا ہوگئی تھی نبھاہا، وہ آپؐ کا ہی حصہ تھا۔ آپؐ عدل و انصاف اور حسن معاشرت کا ایک مکمل نمونہ تھے۔ آپؐ کا اپنی بیویوں سے جس قدر محبت اور دلداری کا سلوک تھا وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ آپؐ حتیٰ الوسع اپنی بیویوں کے احساسات اور جذبات کا بہت خیال رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ آپؐ نے حضرت عائشہؓ کو جو آپؐ کی بیویوں میں سے سب سے زیادہ نوعمر تھیں، ایک کھیل خود اپنی اَوٹ میں کھڑا کر کے دکھلایا اور آپؐ وہاں سے خود نہ ہلے جب تک کہ وہ خود سیر ہو کر ہٹ نہ گئیں۔ اسی طرح حضرت عائشہؓ کے ساتھ آپؐ نے دو دفعہ دوڑ میں مقابلہ کیا اور جب دوسری بار آپؐ آگے نکل گئے تو آپؐ نے مسکراتے ہوئے حضرت عائشہؓ سے فرمایا هٰذِهٖ بِتِلْكِ یعنی لو عائشہؓ اب وہ پہلی بار کا بدلہ اُتر گیا ہے۔

متّبعین کو عورتوں سے حسن سلوک کی تلقین

آپؐ چونکہ علم النفس کے بہترین عالم تھے اس وجہ سے بہت معمولی معمولی باتوں میں بھی آپؐ عورتوں کے احساسات کا احترام فرمایا کرتے تھے۔ نہ صرف یہ کہ آپؐ خود اپنے اہل سے محبت کا برتاؤ فرمایا کرتے تھے بلکہ آپؐ اپنے متّبعین کو بھی بڑے زور کے ساتھ اس امر کی ترغیب دیتے تھے۔ جیسا کہ فرمایا خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ یعنی تم میں سے بہترین وہی شخص ہے جو اپنے بیوی بچوں سے سب سے بہتر سلوک کرتا ہے۔

اخلاقِ فاضلہ کو پرکھنے کا صحیح معیار

اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر کسی انسان کے اعلیٰ اخلاق کو پرکھنے کا کوئی صحیح ذریعہ ہوسکتا ہے تو وہ اس کی خانگی زندگی کا مطالعہ ہے۔ کیونکہ جن لوگوں کے ساتھ وہ اپنے اوقات کا بیشتر حصہ گزارتا ہے وہاں کسی بناوٹ یا ظاہر داری کا دخل نہیں ہوسکتا۔ برخلاف اس کے جس جگہ انسان اپنے اوقات کا کوئی خاص حصہ گزارے، وہاں وہ تکلف سے بھی اچھا اثر پیدا کرسکتا ہے لیکن وہ لوگ جن کی صحبت میں زندگی کا اکثر حصہ گویا ایک معلّم و مؤدب کی حیثیت میں گزارا جائے اور پھر بھی وہ اس کے لُطف و کرم کی تعریف میں رَطب اللسان ہوں تو یہ امر اس انسان کے اعلیٰ اخلاق کا ایک زبردست ثبوت ہوگا۔

واقعہ افک کے موقع پر آپ ﷺ کا رویّہ

اسی اصل کے ماتحت حدیث میں ایک خاص واقعہ کا تذکرہ کیا جاتا ہے جس سے آپ کا یہ خُلق کمال شان کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے، وہ واقعہ افک ہے جس میں کسی لعین بد باطن منافق نے آپؐ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہؓ پر بہتان لگایا تھا۔

یہ امر ہمارے قیاس سے بالا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے کس قدر تکلیف اور صدمہ پہنچا ہوگا۔ مدینے آتے ہی حضرت عائشہؓ بیمار ہوگئیں۔ آپؐ معمول کے مطابق ان کے پاس تشریف لاتے اور طبیعت کا حال دریافت فرماتے رہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ان دنوں مجھے آپؐ کے رویّہ میں ایک خفیف سی تبدیلی ضرور نظر آتی تھی مگر مَیں اس کے سبب سے بالکل بے خبر تھی آخر ایک عرصہ کے بعد انہیں بعض انصاری عورتوں سے اس واقعہ کا علم ہوا جس سے سخت رنج پہنچا اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے اپنے والدہ کے گھر چلی گئیں۔ اس کے بعد پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپؓ کے پاس تشریف لائے، اُس وقت تک اس واقعہ ٔ افک کی ابتدا پر ایک ماہ کا عرصہ گزر چکا تھا۔ آپؐ نے حضرت عائشہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ ’’مجھے تمہارے متعلق اس اس قسم کی باتیں پہنچی ہیں۔ تو مجھے اُمید ہے کہ خدا ضرور تمہاری بریّت ظاہر کر دے گا۔ لیکن اگر تم سے لغزش ہوگئی ہے۔ تو تمہیں چاہئے کہ خدا سے مغفرت مانگو۔ جب بندہ خدا کے سامنے اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہے تو وہ اس کی توبہ کو قبول کرتا اور اس پر رحم فرماتا ہے‘‘ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ کے اس وعظ کے بعد میرا دل جو انتہائی کرب و قلق کی حالت میں تھا مطمئن ہوگیا اور میرے آنسو جو تھمتے نہ تھے رُک گئے اور مجھے یقین ہوگیا کہ چونکہ مَیں بے گناہ ہوں، اللہ تعالیٰ ضرور میری بریّت ظاہر کر دے گا۔

چنانچہ ابھی زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ حضرت عائشہؓ کی بریّت میں وحی الٰہی نازل ہوئی اور اس طرح جلد ہی اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اس تکلیف سے نجات دے دی۔

ہر ایک انسان خیال کرسکتا ہے کہ ایسے موقع پر جب کہ کسی انسان کی عزت معرضِ خطر میں ہو، اس کے احساسات کس قدر نازک ہو جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ ایسے اوقات میں گہرے سے گہرے پیار و محبت کے جذبات بھی کافور ہو جاتے ہیں اور یہاں تو معاملہ کی نزاکت اور بھی بڑھ جاتی ہے جب یہ دیکھا جائے کہ چاروں طرف دشمن ہی دشمن تھے جو ہر وقت نقصان پہنچانے کے درپَے تھے۔ علاوہ ازیں اس واقعہ سے آپؐ کے اس عظیم الشان مشن کو بھی نقصان پہنچنے کا خطرہ تھا تھا جو آپؐ کی زندگی کا واحد مقصد تھا اور پھر اس کا اثر بھی کسی خاص مَرد یا خاندان تک محدود نہ تھا بلکہ اس کی وجہ سے ایک قوم کی قوم پر زلزلہ کا احتمال تھا لیکن نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ خدا کا یہ جری حِلم و بُردباری کی ایک مضبوط چٹان بن کر نہایت صبر و برداشت کے ساتھ اس ابتلاء میں سے گزر جاتا ہے۔ گو طبعاً کسی قدر پریشان رہتا ہے مگر اپنے اہلخانہ کے ساتھ اس کے جذباتِ محبت اس واقعہ کے دوران میں بھی مکدّر نہیں ہوتے۔ کیونکہ وہ سمجھتا ہے جب تک کوئی بات پایۂ ثبوت کو نہ پہنچے انسانی عصمت کا آئینہ ہر داغ سے مصفّا سمجھا جانا چاہئے۔

آپ ﷺ کے اخلاق کا بلند مقام

اللہ اللہ! آپ ﷺ کے اخلاق کا مقام کس قدر اعلیٰ و ارفع ہے کہ آپؐ رنج و افسوس سے بھرے ہوئے دل کے ساتھ اپنے گھر تشریف لے جاتے ہیں۔ مگر بجائے رنج اور غصہ کے اظہار کے ایسی نصیحت فرماتے ہیں جس سے آپؐ کی زوجہ کا دل جو اطمینان سے کوسوں دُور اور صدمہ سے چُور چُور تھا سکون اور طمانیت حاصل کر لیتا ہے اور وہ اس یقین سے معمور ہو جاتی ہے کہ جب مظلوم کی اعانت کے لئے خدا موجود ہے تو مجھے کس کا ڈر ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ وَ سَلَّم

(الفضل 25۔ اکتوبر 1930ء)

☆...☆...☆

سدرۃ المنتہیٰ۔ ڈنمارک

آنحضرت ﷺ کے طبقہ نسواں پر احسانات اور عصرِ حاضر میں عورت کا مقام

رکھ پیش نظر وہ وقت بہن جب زندہ گاڑی جاتی تھی
گھر کی دیواریں روتی تھیں جب دنیا میں تو آتی تھی
گویا تو کنکر پتھر تھی احساس نہ تھا جذبات نہ تھے
توہین تو اپنی یاد تو کر! ترکہ میں بانٹی جاتی تھی

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ یعنی آپؐ کو ہم نے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ آپؐ کا نزول دنیا میں اس وقت ہوا جب عرب سمیت ساری دنیا جہالت اور ظلم و بربریت کے اندھیروں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اور اس زمانہ میں عورت ہونا کسی جرم سے کم نہ سمجھا جاتا تھا، جس کا نقشہ خود خدا تعالیٰ نے سورۃ النحل آیت 60 میں کچھ یوں کھینچا ہے کہ ”جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی پیدائش کی خبر ملتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ سخت غمگین ہو جاتا ہے۔ وہ لوگوں سے اس بری خبر کی وجہ سے چھپتا پھرتا ہے کہ آیا وہ اس ذلت کو قبول کرلے یا اُسے مٹی میں دبا دے۔ کتنا برا ہے وہ جو فیصلہ کرتے ہیں۔“

وہ ایسا زمانہ تھا جہاں بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا، شوہر کے مرنے کے بعد عورت کو وراثت کی طرح مرنے والے کے رشتہ داروں میں تقسیم کیا جاتا، اس کو پاؤں کی جوتی سمجھ کر ہر قسم کا ظلم و جبر اس پر ڈھایا جاتا اور انسانی حقوق تو درکنار اس کو انسان سمجھنا بھی روا نہ رکھا جاتا تھا۔ ایسے زمانے میں خدا تعالیٰ نے عرب کے صحرا میں آپؐ کو ایسے چراغ کی مانند روشن کیا جس نے طبقہ نسواں کو ملامت اور شرمساری سے نکال کر اسے قدموں تلے جنت رکھنے والی اور اُمہات المومنین جیسے رُتبہ پر فائز فرما دیا۔ حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ خدا کی قسم ہم جاہلیت میں عورت کو چنداں اہمیت نہیں دیتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حقوق کے بارے میں قرآن شریف میں احکام نازل فرمائے اور وراثت میں بھی حقدار بنا دیا۔ ایک دن میں اپنے کسی معاملہ میں سوچ رہا تھا کہ میری بیوی بولی آپ اس طرح کر لیتے تو ٹھیک ہوتا میں نے کہا تمہیں میرے معاملہ میں دخل اندازی کی جرات کیوں ہوئی؟ وہ کہنے لگی تم چاہتے ہو کہ تمہارے آگے کوئی نہ بولے اور خود تمہاری بیٹی رسول اللہؐ کے آگے بولتی ہے۔

آپؐ کی خوبصورت تعلیم نے اس طبقہ کے نا صرف بنیادی حقوق قائم فرمائے بلکہ اس کو زندگی کی دوڑ میں مردوں کے ساتھ کھڑا کر دیا۔ پس وہی عورت جو مرد کے برابر بیٹھنے سے بھی محروم تھی میدان جنگ میں مردوں کے شانہ بشانہ لڑنے لگی، وہی عورت جس کو ورثہ میں تقسیم کیا جاتا تھا وہ وراثت میں حقدار قرار پائی، وہی عورت جس کو زبردستی نکاح میں یا نکاح کے بغیر رکھا جاتا تھا اس کی مرضی اور پسند کو نکاح کے لئے لازمی قرار دیا۔ فرمایا کہ بیوہ اپنی ذات کے بارہ میں فیصلہ کے متعلق ولی سے زیادہ حق رکھتی ہے۔ (صحیح بخاری)

آپؐ ہمیشہ عورتوں سے نرم سلوک کا حکم دیتے ان کو ریڑھ کی ہڈی سے مشابہت دے کر فرمایا کہ ان پر اتنی سختی مت کرو کہ وہ ٹوٹ جائیں۔ پھر فرمایا ”سب سے بہترین لوگ وہ ہیں جو عورتوں سے حسنِ سلوک کرتے ہیں اور میں تم میں عورتوں سے سلوک میں سب سے بہتر ہوں۔“

مضمون کے دوسرے حصّہ میں دورِ حاضر میں عورت کے مقام پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں۔ آج کل دیگر مذاہب اور خاص طور پر مغربی دنیا اسلام پر عورت کے حقوق کو غصب کرنے کا الزام لگاتی ہے، یہاں تک کہ کچھ نئی نسل کے مسلمان بھی کم علمی کی وجہ سے ان الزامات کو کسی حد تک درست خیال کرنے لگتے ہیں۔ آج یہ ترقی یافتہ ممالک جہاں عورت کو بیسویں صدی کی پہلی دہائی تک ووٹ ڈالنے کا حق دینے سے قاصر رہے، وہ 1400 سال قبل جنگِ احد کے موقعہ پر دشمن سے لڑتی حضرت اُمِ عمارہ، جو سرورِ دو جہاں کی حفاظت میں دشمنوں کے ہروار کو ناکام بنا دیتی ہیں کہ آپؐ یہ پکار اُٹھتے ہیں کہ من یطیق ما یطیقین یا ام عمارہ! یعنی اے ام عمارہ! جتنی طاقت تجھ میں ہے اور کسی میں کہاں ہوگی، کا مقابلہ کس طرح کر سکتے ہیں۔

جہاں 1900ء تک عورت کے لئے تعلیم، یا کم از کم اعلیٰ تعلیم کے لیے بے شمار رکاوٹیں درپیش تھیں، وہیں 1400 سال قبل جہاں ام المومنین حضرت عائشہ مردوں اور عورتوں کو دینی مسائل کے بارے میں وعظ کرتی تھیں اور آپؐ سے 2000 سے زائد احادیثِ نبویؐ آپؐ سے مروی ہیں جو کہ تاریخ میں گراں قدر اہمیت رکھتی ہیں۔ اور جہاں 1930ء تک انگلستان، سویڈن، نیوزی لینڈ اور دیگر بیشتر مغربی ممالک میں عورت کو طلاق کے لیے خاوند کے شدید تشدّد، طویل عرصہ کی ذہنی بیماری اور دیگر انتہائی غیر مناسب ثبوت ہونا لازمی تھے۔ آج یہ نام نہاد ممالک جو کہ عورت کو مرد کے مساوی کام کرنے کے باوجود عورت کو برابر تنخواہ تک نہیں دے سکے وہ اسلام کی اس خوبصورت تعلیم کا مقابلہ کس طرح کر سکتے ہیں جس نے گھر بیٹھی عورت کو گھر کی ملکہ بنا دیا اور بن مانگے اس کو وہ حقوق دیئے جن کے حصول کے لئے مغرب میں اور ساری دنیا میں آج تک عورتیں کوشش کر رہی ہیں۔ یقیناً نہیں کر سکتے اور کبھی کر بھی نہیں سکیں گے جب تک آپؐ کی دی ہوئی مکمل تعلیم کی پیروی نہیں کرتے۔

ایک امریکی مصنف جان ڈیون پورٹ اپنی تصنیف میں لکھتے ہیں۔

”محمدؐ نے 1300 سال قبل اسلام میں ماؤں، بیویوں اور بیٹیوں کے لئے وہ مقام اور وقار یقینی بنا دیا جو ابھی تک مغرب کے قوانین میں عورت کو نہ مل سکا“۔

(Muhammad&Teaching of Quran by John Davenport)

وہ رحمتِ عالم آتا ہے تیرا حامی ہو جاتا ہے
تو بھی انساں کہلاتی ہے سب حق تیرے دلواتا ہے
بھیج درود اس محسن پر تو دن میں سو سو بار
پاک محمدؐ مصطفیٰ نبیوں کا سردار

☆...☆...☆

عورتوں سے نیک سلوک کے ساتھ زندگی بسر کرو

یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا یَحِلُّ لَکُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ کَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَیْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَنْ یَأْتِینَ بِفَاحِشَةٍ مُبَیِّنَةٍ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ کَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ تَکْرَهُوا شَیْئًا وَیَجْعَلَ اللَّهُ فِیهِ خَیْرًا کَثِیرًا ۔ وَإِنْ أَرَدْتُمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَکَانَ زَوْجٍ وَآتَیْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَیْئًا أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِینًا۔ وَکَیْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَىٰ بَعْضُکُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ وَأَخَذْنَ مِنْکُمْ مِیثَاقًا غَلِیظًا۔ وَلَا تَنْکِحُوا مَا نَکَحَ آبَاؤُکُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّهُ کَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِیلًا۔

(سورۃ النساء: 20 تا 23)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم زبردستی کرتے ہوئے عورتوں کا ورثہ لو۔ اور انہیں اس غرض سے تنگ نہ کرو کہ تم جو کچھ انہیں دے بیٹھے ہو اس میں سے کچھ (پھر) لے بھاگو، سوائے اس کے کہ وہ کھلی کھلی بے حیائی کی مرتکب ہوئی ہوں۔ اور ان سے نیک سلوک کے ساتھ زندگی بسر کرو۔ اور اگر تم انہیں ناپسند کرو تو عین ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے۔

اور اگر تم ایک بیوی کو دوسری بیوی کی جگہ تبدیل کرنے کا ارادہ کرو اور تم اُن میں سے ایک کو ڈھیروں مال بھی دے چکے ہو تو اُس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ کیا تم اُسے بہتان تراشی کرتے ہوئے اور کُھلے گناہ کا ارتکاب کرتے ہوئے لو گے؟

اور تم کیسے وہ لے لو گے جبکہ تم ایک دوسرے سے (خلوت میں) مل چکے ہو اور وہ تم سے (وفا کا) پختہ عہد لے چکی ہیں۔

اور عورتوں میں سے ان سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے آباء نکاح کر چکے ہوں سوائے اس کے جو پہلے گزر چکا۔ یقیناً یہ بڑی بے حیائی اور بہت قابل نفرین ہے۔ اور بہت ہی بُرا رستہ ہے۔

عطاء المجیب راشد ۔ امام مسجد فضل لندن

آنحضرت ﷺ کی اپنے صحابہؓ سے محبت و شفقت

سیرتِ نبوی کا ہر پہلو اپنے اندر بے انتہا رعنائی اور دلکشی رکھتا ہے اور جس پہلو سے بھی دیکھا جائے ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ اپنے اُسوہء حسنہ کے اعتبار سے یکتا اور بے مثال ہیں۔ اس مضمون میں مجھے جس پہلو سے کچھ عرض کرنا ہے وہ آپ کی اپنے صحابہ ءکرِام سے محبت و شفقت ہے۔

ہمارے آقا و مولیٰ، خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کی سیرت کو یہ امتیازی مقام حاصل ہے کہ خود خالقِ کائنات نے اس مقدس وجود کی ارفع شان اپنے مقدس کلام میں ہمیشہ کے لیئے محفوظ کر دی ہے۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔۔ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عظیم۔ خدائے ذوالعرش یہ اعلان کرتا ہے کہ اس کا محبوب رسول محمد مصطفٰے ﷺ مکارم اخلاق کی بلند ترین چوٹیوں پر فائز ہے۔عظیم الشان خُلق محمدی ﷺ ہر اعتبار سے ہمہ گیر اور بے مثال جامعیت کا شہکار ہے۔ اپنے صحابہ سے شفقت اور محبت کے بارہ میں خاص طور پر دو آیاتِ کریمہ قابل توجہ ہیں۔ ایک موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے گواہی دی کہ۔

فَبِمَا رَحمةٍ مِنَ الله لِنتَ لَهُم وَلوکُنتَ فظًا غَلیظَ القَلبِ لَا نفَضُوا مِن حولِكَ۔(آل عمران 160)

کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتِ کاملہ نے حبیبِ خدا کو مجسم رحمت بنایا ہے۔اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ لوگ ہر گز تیرے گرد پروانہ صفت اکٹھے نہ ہوتے۔ ایک دوسری آیت میں فرمایا

لَقدجَاءَکُم رَسول ٌمِن اَنفُسِکُم۔ عَزِ یزعَلَیه مَاعَنِتُم۔ حَرِیص عَلَیکُم بِا لموءِ منینَ رَؤف ٌ رَحِیم۔(توبہ 128)

اے مومنو! تمہارے پاس تمہاری ہی قوم کا ایک فرد رسول ہو کر آیا ہے۔تمہارا تکلیف میں پڑنا اُس پر شاق گزرتا ہے اور وہ تمہارے لیئے خیر کا بھوکا ہے اور مومنوں کے ساتھ محبت کرنے والا اور بہت ہی کرم کرنے والا ہے۔

خدائے بزرگ و برتر کی اِس مقدس گواہی کے ایمان افروز نظارے رسول کریم ﷺ کی ہی حیات طیبہ میں جگہ جگہ نظر آتے ہیں۔ وہ بابرکت وجود جو رحمۃ ٌللعالمین تھا، سب جہانوں کے لیئے اور مخلوقات کے لیئے مجسم رحمت تھا، اپنے نام لیواؤں اور جانثار صحابہ کے لیئے تو اسکی شفقت و محبت کا عالم ہی کچھ اور تھا۔ رسول اکرم ﷺ کی محبت و شفقت کا ابرِ کرم ہر آن، ہر جگہ اور ہر ایک پر کچھ اسطرح برستا رہا کہ ہر ایک کا دامن پوری طرح بھر گیا اور کوئی ایک بھی تو ایسا نہ رہا جو اس فیضان سے محروم رہا ہو۔ بچے بھی فیضیاب ہوئے اور بڑے بھی۔عورتوں نے بھی حصہ پایا اور مردوں نے بھی۔ آزاد بھی اس محبت کے مورد بنے اور غلام بھی۔غریب بھی اس شفقت سے مالامال ہوئے اور امیر بھی۔ دن کو بھی شفقت و محبت کا سلسلہ جاری رہا اور رات کو بھی۔غربت میں بھی اُن کا محسن آقا اُن پر مائل بکرم رہا اور فراخی میں بھی۔ الغرض صحابہ کرام کے ہر طبقہ پر رسول پاک ﷺ کی محبت و شفقت ہر آن ایک موسلادھار بارش کی طرح برستی رہی۔خوشا نصیب اُن مقدس وجودوں کے جو رحمتِ دو عالم ﷺ کی شفقت کے مورد بنے اور زہے نصیب اُن وفا شِعاروں کے جو ہر آن محبت کی اِس لازوال شمع کا پروانہ صفت طواف کرتے رہے۔

رسولِ خدا ﷺ کے روحانی فرزندِ جلیل، سیدنا حضرت مسیح موعودؑ اسی لازوال محبتِ رسول کی پیداوار اور اُسی کا ایک شیریں ثمر ہیں۔ اس عاشقِ صادق نے اپنے آقا و مولیٰ محمد مصطفٰے ﷺ کی محبت و شفقت کا کیا دلربا نقشہ کھنچا ہے۔فرمایا

؎ آں ترحم ہا کہ خلق از وے بدید کس ندیدہ در جہاں از مادرے

کہ رحمت و شفقت کا جو سلوک ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفٰے ﷺ نے مخلوق سے کیا وہ اتنا عظیم اور اتنا شاندار ہے کہ دنیا میں کبھی کسی ماں نے بھی ویسی محبت و شفقت اپنے بچوں کو عطا نہ کی ہو گی!

آپ نے یہ شعر بار ہا سنا ہو گا اور شاید کسی دل میں یہ خیال گزرے کہ کیا واقعی کوئی انسان ماں سے بھی بڑھ کر شفیق ہو سکتا ہے۔؟ ماں جو محبت کی دنیا میں ایک مثال کے طور پر پیش کی جاتی ہے کیا کوئی ایسا وجود بھی ہو سکتا ہے جو اس سے بھی زیادہ محبت کرنے والا ہو؟ ہاں! ہاں! یقیناً ایسا ممکن ہے اور ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کے مبارک وجود میں اُس کی روشن ترین مثال نظر آتی ہے۔

حضرت زید بہت چھوٹی عمر میں رسول پاک ﷺ کے پاس آئے۔ غلاموں میں سب سے پہلے ایمان لانے کا شرف حاصل کیا۔آئے تو غلام تھے، سرورِ کائنات نے آپ کو آزاد کر کے اپنا مُنہ بولا بیٹا بنا لیا۔ آپ کے محبت بھرے سلوک اور بے پناہ شفقت کی وجہ سے واقعی وہ اپنے حقیقی ماں باپ کے پیار کو بھول گئے۔ جب حضرت زید کے والدین اور رشتہ دار اُن کو لینے آئے تو حضور انور نے بڑی خوشی سے جانے کی اجازت دیدی لیکن حضرت زید نے جانے سے انکار کر دیا۔ والدین کے اصرار کے باوجود ساتھ جانے کو تیار نہیں ہوئے۔حبیبِ خدا کی محبت و شفقت کے سلوک نے آپ کو ایسا گرویدہ کر لیا کہ آپ ﷺ کی صحبت میں رہنے کو والدین کے پیار پر فوقیت دیدی۔

ایک دفعہ ایک عورت اپنا بیمار بچہ لیکر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ بچہ کی بیماری اتنی شدید اور اتنی لمبی ہو چکی تھی کہ ماں نے بہت دل برداشتہ ہو کر کہا کہ حضور اب مجھ سے اسکی تکلیف دیکھی نہیں جاتی۔ دعا کریں کہ یہ مر جائے اور اسکی تکلیف اور میرا امتحان ختم ہو۔ ہمارے پیارے آقا کی محبت و شفقت کا عالم دیکھیئے۔ آپ نے فرمایا؛ کیا میں یہ دعا نہ کروں کہ تیرا بچہ تندرست ہو جائے پھر جوان ہو کر جہاد میں شریک ہو اور شہادت کا درجہ پالے۔ چناچہ ایسا ہی ہوا وہ بچہ تندرست ہوا۔ بڑا ہو کر مخلص مسلمان بنا اور میدان جنگ میں شہادت پائی۔ واقعی آپ کی محبت ہر ماں کی محبت سے بہت بڑھ کر تھی۔ ماں اپنی انتہائی محبت کے باوجود، بیماری سے تنگ آ کر یہ کہتی ہے کہ بچہ مر جائے مگر ماں سے زیادہ شفیق، ہمارے آقا و مولیٰ نے فرمایا نہیں میں دعا کرتا ہوں، بچہ زندہ رہیگا اور شہادت پا کر ابدی زندگی کا وارث ہو گا۔

صحابہ کرام سے محبت و شفقت کے ضمن میں بچوں سے حسن سلوک کا تذکرہ چل نکلا ہے تو اسی ضمن میں چند اور واقعات عرض کرتا ہوں۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسولِ خدا ﷺ سے زیادہ بچوں سے محبت و شفقت کرنے والا اور کوئی نہیں دیکھا۔ آپ کا طریق مبارک یہ تھا کہ بچوں کے پاس سے گزرتے تو خود اُن کو سلام کرتے۔ ان کے سروں پر پیار سے ہاتھ رکھتے، ان کو محبت سے گود میں اُٹھا لیتے، جب کوئی پھل آتا تو سب سے پہلے اس بچہ کو دیتے جو عمر میں سب سے چھوٹا ہوتا۔ اِسی محبت کا کرشمہ تھا کہ بچے رسولِ اکرم ﷺ کی طرف اِس طرح کھنچے چلے آتے تھے جس طرح لوہے کے ذرے مقناطیس سے چمٹ جاتے ہیں۔ روایات میں آتا ہے کہ بچوں کا یہ شفیق آقا، دین و دنیا کا بادشاہ، جب گلیوں میں پیدل چلتا یا کہیں سفر پر جانے لگتا یا سفر سے واپس آتا تو مٹی میں کھیلتے ہوئے بچے وفورِ محبت سے آپ کی ٹانگوں سے لپٹ جاتے۔ پیارے آقا کی انگلی تھام کر بچے بڑی بے تکلفی سے ساتھ چلتے۔حضور ایک ایک سے محبت بھری گفتگو فرماتے اور سب کو دُعاؤں سے مالا مال کر کے رخصت فرماتے۔حضرت علیؓ جنہیں بچوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا اعزاز حاصل ہے اِس محبت و الفت کی کیفیت کا نقشہ اِن الفاظ میں کھینچتے ہیں کہ میں رسول پاک ﷺ کے پیچھے یوں رہتا تھا جس طرح اُونٹنی کا بچہ اُونٹنی کے پیچھے پیچھے رہتا ہے اور اُس سے جدا نہیں ہوتا۔ بچوں کی یہ کیفیت، یہ کشش اور والہانہ محبت اُس بے پایاں شفقت کا طبعی نتیجہ تھی جس کا اظہار صبح و شام ہوتا تھا۔

ہمارے ہادیٔ کامل محمد عربی ﷺ جب ہجرت کے موقعہ پر مدینہ میں داخل ہوئے تو انصار کی چھوٹی چھوٹی بچیاں خوبصورت لباس پہنے، گھروں سے باہر نکل کر گیت گا رہی تھیں۔ آپ اُن کے پاس سے گزرے تو پیمانہء محبت چھلک اٹھا۔ آپ نے ان سے پوچھا: اے بچیو! کیا تم مجھ سے پیار کرتی ہو؟ سب نے یک زبان کہا؛ ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: سنو! میں بھی تم سے پیار کرتا ہوں! زہے نصیب اُن بچیوں کے جن کو محبوبِ خدا کا یہ والہانہ پیار نصیب ہوا۔جس طرح آپ بچوں اور بچیوں کی خوشیوں میں شریک ہوتے اُسی طرح اُن کے درد اور غم کو بھی شدت سے محسوس فرماتے۔ ایک دفعہ مکّہ کے بازار میں ایک یتیم بچہ روتا ہوا جا رہا تھا۔ کوئی اور ہوتا تو پرواہ کئے بغیر پاس سے گزر جاتا مگر آپ ﷺ نے آگے بڑھ کر اُس بچہ کو اپنی مقدس گود میں اٹھا لیا۔ بچہ سخت غربت کا شکار تھا۔ اس کے پاس تن ڈھانپنے کو کپڑے بھی نہ تھے۔ پاؤں میں جوتی تک نہیں تھی۔ پاؤں زخمی ہو چکے تھے۔ یہ دردناک حالت دیکھ کر آپ ﷺ کی آنکھیں بھر آئیں۔ آپ اُسے اپنے گھر لے آئے۔ بچے نے کئی روز سے کچھ کھایا بھی نہیں تھا۔ آپ نے اُسے کھانا کھلایا۔ نئے کپڑے پہنائے اور گھر میں اپنے بچوں کی طرح رکھا اور بالآخر اُس کے رشتہ داروں تک پہنچا دیا۔

صحابہ کرام سے محبت وشفقت کے باب میں رسولِ اکرم ﷺ کا اپنے خدام سے حسنِ سلوک بھی خاص طور پر قابل تذکرہ ہے۔ دنیا کا طریق تو یہ ہے کہ نوکروں کو بے دام غلام سمجھا جاتا ہے اور اُن کی عزت نفس کو کچل کر، ہر ظلم اُن پر روا رکھا جاتا ہے۔لیکن محسن النسانیت ﷺ کا نمونہ اِس سے بالکل جدا تھا۔حضرت انسؓ وہ خوش قسمت انسان ہیں جنہیں دس سال تک درِ مصطفٰے ﷺ کی دربانی کی سعادت ملی۔ دنیا کی نظر میں وہ ایک خادم تھے لیکن رسولِ پاک ﷺ کا حسنِ سلوک دیکھیئے! حضرت انس فرماتے ہیں کہ دس سال کے طویل عرصہ میں ایک بار بھی آپ نے مجھے اُف تک نہ کہا۔ نہ یہ کہا کہ یہ کام کیوں کیا، اور یہ کام کیوں نہیں کیا، کام خراب بھی ہو جاتا تو کبھی بُرا بھلا نہ کہتے، بلکہ مجھے تسلی دیتے اور پیار سے سمجھا دیتے، کبھی سخت کلامی سے پیش نہ آتے اور اکثر کاموں کی سرانجام دہی میں خود بھی میرے ساتھ شریک ہو جاتے۔حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ کئی بار ایسا ہوتا کہ حضور مجھے کسی کام پر بھیجتے اور میں بچپن کی وجہ سے راستہ میں دوسرے بچوں سے کھیل میں مصروف ہو جاتا اور وہ کام بھول جاتا۔ کافی دیر تک میں واپس نہ پہنچتا تو حضور خود تشریف لاتے۔ بجائے کوئی سرزنش

کرنے کے، آپ پیچھے سے آ کر بڑی بے تکلفی سے میرا کان یا سر پکڑ لیتے۔ میں عرض کرتا کہ حضور میں ابھی جاتا ہوں، یہ بڑی شفقت اور محبت سے مجھے چھوڑ دیتے اور میں کام پر روانہ ہو جاتا۔ یہ وسعت، یہ حوصلہ، یہ شفقت یہ عفو۔ کوئی دکھائے کہ اس کی نظیر آج دنیا میں کہاں نظر آتی ہے۔ حضرت عائشہؓ اپنے مشاہدہ کا نچوڑ ان الفاظ میں بیان کرتی ہیں کہ۔ وَاللہ مَاضَرَبَ رَسُولُ اللہِ خَادِمًا۔ کہ اللہ کی قسم! رسول خدا ﷺ نے کبھی کسی خادم کو نہ مارا نہ کوئی جسمانی سزا دی۔

صحابہ کرام کے لیئے رسولِ پاک ﷺ کی محبت و شفقت عجیب و غریب انداز میں اپنے جلوے دکھاتی! حسنِ سلوک اور پیار کرنا ایک بات ہے اور اپنی ضروریات کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے صحابہ کی ضروریات اور آرام کو مقدم کرنا بالکل اور بات ہے جس کا ایمان افروز نظارہ اسوۂ محمدی ﷺ میں نظر آتا ہے۔ یُوثِرُونَ عَلٰی اَنفُسِھِم وَلَوکَانَ بِھِم خَصَاصَۃٌ (سورۃ الحشر آیت 10) کا معراج آپ کی ذاتِ بابرکات میں دکھائی دیتا ہے۔

ایک مرتبہ ایک عورت نے ایک نہایت خوبصورت چادر آپ کو تحفۃً پیش کی۔ آپ کو اُس کی ضرورت بھی تھی۔ آپ نے شکریہ سے قبول فرمائی۔ وہی چادر پہنے گھر سے باہر تشریف لائے تو ایک صحابی نے کہا" یا رسول اللہ! یہ کسی عمدہ چادر ہے!" آپ بہترین مزاج شناس تھے آپ نے اُس صحابی کی ضرورت کا خیال فرماتے ہوئے فوراً وہ نئی چادر اُسی وقت اُس صحابی کو عطا فرمادی۔ کتنی شفقت اور محبت ہے اِس بے ساختہ ایثار میں!

ایک صحابی نے شادی کی۔ سامانِ ولیمہ کے لیئے گھر میں کچھ نہ تھا۔ رسولِ پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عائشہؓ کے پاس جاؤ اور آٹے کی ٹوکری مانگ لاؤ۔ وہ صحابی خوشی خوشی گئے اور جا کر لے آئے مگر اُسے کیا معلوم تھا کہ رسولِ خدا ﷺ کے گھر میں اُس شام اُس آٹے کے سوا کھانے کو کچھ نہ تھا۔

مَیں سوچتاہوں اور رسول پاک ﷺ کی اپنے صحابہ سے شفقت کے تصور سے آنکھیں نمناک ہو جاتی ہیں۔ پیارے صحابی کے ولیمہ کا اہتمام فرمادیا۔ خود آپ نے اور آپ کے اہلِ بیت نے وہ رات کیسے بسر کی ہو گی، خدا ہی بہتر جانتا ہے! ایسے واقعات ایک بار نہیں، کئی بار ہوئے۔ ایک دفعہ ایک صحابی آپ کے ہاں مہمان ہوئے، آپ کے لئے رات کو کھانے کے لیئے صرف بکری کا دودھ تھا۔ وہ آپ نے مہمان کو دیدیا اور خود تمام رات فاقہ سے بسر کی۔ حدیث میں آتا ہے کہ اُس سے پہلی رات بھی آپ فاقہ سے تھے۔ اپنے صحابہ کو کھلانے والا اور خود بھوکا رہنے والا آقا ایک ہی ہے۔ محمد مصطفیٰ ﷺ۔ فداہ ابی امیّ۔

رسولِ اکرم ﷺ کی مبارک زندگی میں قدم قدم پر صحابہ کرام سے محبت و شفقت، ہمدردی اور دلداری کے واقعات ملتے ہیں اور ایک سے ایک بڑھ ہے۔ حضرت ابوھریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ کئی دن فاقہ سے رہے جب سات وقت فاقہ سے گزر گئے تو بے تاب ہو کر مسجد نبوی کے دروازہ کے سامنے کھڑے ہو کر گزرنے والے صحابہ سے اُس آیت کا مطلب پوچھنے لگے جس میں غریبوں کو کھانا کھلانے کا حکم ہے۔۔ یہ ایک لطیف انداز تھا کھانا طلب کرنے کا لیکن کوئی اُن کا منشاء نہ سمجھ سکا۔ حالت انتہائی غیر ہوگئی اور بھوک سے نڈھال ہو کر گرنے لگے تو اچانک کانوں میں ایک محبت بھری سریلی آواز آئی۔ مڑ کر دیکھا تو سراپا رحمت، محمد مصطفیٰ ﷺ تھے۔ بڑے پیار سے فرمایا کہ ہمارے گھر میں بھی آج کھانے کو کچھ نہیں تھا۔ ابھی ایک شخص دودھ کا ایک پیالہ لایا ہے۔ تم مسجد میں جاؤ اور دیکھو شاید ہماری طرح کئی اور مسلمان بھی بھوکے ہوں گے۔ اُن سب کو بلا لاؤ۔ چنانچہ تعمیل ارشاد میں حضرت ابوھریرہؓ سب لوگوں کو بلا لائے۔ ساقی کوثر نے دودھ کا پیالہ دائیں طرف سے شروع کرتے ہوئے اُن سب کو باری باری دیا۔ سب نے سیر ہو کر پیا۔ پھر حضرت ابوھریرہؓ کی باری آئی۔ اُنہوں نے بھی خوب سیر ہو کر پیا اور جب بھوک اور پیاس کے ستائے ہوئے سب جاںنثار صحابہ نے خوب پیٹ بھر کر دودھ پی لیا تو سب سے آخر میں جس کی باری آئی وہ تھا ہمارا آقا، سرکار دو عالم محمد مصطفیٰ ﷺ۔

یہ واقعہ جو بہت ہی مشہور و معروف ہے چشم تصور میں انسان کو کہاں سے کہاں لیجاتا ہے۔ آج کی دنیا میں اِس قسم کی محبت اور شفقت کی مثال تو در کنار اِس کا تصور بھی نہیں ملتا۔ اوّل تو کوئی آقا اور سردار کبھی اس طرح بھوک سے دوچار ہی نہیں ہوتا۔ اگر کبھی یہ نوبت آہی جائے تو کھانا ملتے ہی سب سے پہلے خود کھانے کو اپنا حق سمجھتا ہے۔، لیکن یہ عجیب دنیا ہے کہ فاقہ زدہ آقا کے گھر پر دودھ کا ایک پیالہ آتا ہے اور وہ اپنے سارے بھوکے اور پیاسے عشاق کو بلا بھیجتا ہے۔ خود پیالے کو منہ نہیں لگاتا بلکہ ایک ایک ضرورت مند صحابی کو پیش کرتا ہے جو اس کی شفقت بھری نگاہوں کے سامنے سیراب اور شاداب ہوتے چلے جاتے ہیں۔ جب سب صحابہ پوری طرح سیر ہو جاتے ہیں اور ان کے چہروں پر بشاشت اور مسکراہٹ کھیلنے لگتی ہے تو ان سب کا بچا ہوا دودھ، بالآخر اُس آقا کے حصہ میں آتا ہے جو ضرورت اور احتیاج کے لحاظ سے اپنے صحابہ سے کسی طرح کم نہ تھا۔

صحابہ کرام سے رسولِ پاک ﷺ کی محبت و شفقت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ کے قلب اطہر میں صحابہ کرام کے لیئے سچی ہمدردی اور محبت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ ہر آن اِس بات کے خواہش مند رہتے کہ میرے صحابہ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ اِس کے لیئے دعا بھی کرتے اور ہر ممکن کوشش بھی۔

حدیث میں آتا ہے کہ جس روز آندھی یا آسمان پر بادل ہوتے تو رسولِ اکرم ﷺ کے روئے مبارک پر فکر کے آثار نمایاں ہوجاتے اور آپ بڑی بے تابی میں کبھی ایک طرف جاتے اور کبھی دوسری طرف۔ جب بارش ہو جاتی تو آپ خوش ہو جاتے اور حالتِ فکر تسکین میں بدل جاتی۔ ایک بار حضرت عائشہؓ نے آپ سے اِس کا سبب دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بادل دیکھ کر مجھے ڈر لگتا ہے کہ مبادا قوم عاد کی طرح یہ کوئی عذاب ہو جو میری اُمت پر مسلط کیا گیا ہو۔

مدنی دور کا ایک واقعہ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں۔ یہ اُس زمانہ کی بات ہے جب مسلمانوں کو ہر وقت دشمن کے حملہ آور ہونے کا خطرہ در پیش تھا۔ ایک رات اچانک شور ہوا اور دور کچھ آوازیں سنائی دیں صحابہ فوراً جمع ہونے شروع ہوئے اور اس ارادہ میں تھے کہ باہر جا کر حالات کا جائزہ لیں کہ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ ایک گھوڑے پر سوار باہر سے مدینہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ آپ نے صحابہ کو تسلی دی کہ گھبراہٹ اور فکر کی کوئی بات نہیں۔

یہ واقعہ جہاں ایک طرف رسولِ خدا ﷺ کی بے مثال اور حیرت انگیز جرأت کا منہ بولتا ثبوت ہے وہاں اُس محبت و شفقت کی بھی نہایت حسین مثال ہے جو آپ کے دل میں اپنے پیارے صحابہ کے لیئے پائی جاتی تھی۔ رات کو خطرہ محسوس کرنے پر اس خیال سے کہ صحابہ اچانک کسی حملہ سے دوچار نہ ہو جائیں، آپ نے فوراً اکیلے ہی باہر جا کر حالات کا جائزہ لیا اور کسی ایک صحابی کو بھی بیدار ہونے کی زحمت نہ دی۔ عجیب نظارہ ہے کہ صحابہ ابھی تیاری میں ہیں کہ باہر جا کر حالات کا جائزہ لیں اور اُن کا مُحسن آقا، جو ماں سے زیادہ اپنے صحابہ سے محبت و پیار کرنے والا تھا، اُن کو تسلیاں دے رہا ہے کہ گھبراہٹ کی کوئی بات نہیں۔ سچی محبت اور ہمدردی کے چشمہ سے پھوٹنے والی یہ بہادری اور جرأت یقیناً اپنی مثال آپ ہے۔

ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی اپنے پیارے صحابہ سے محبت و شفقت کا ایک نہایت دلکش اور دلربا پہلو یہ ہے کہ آپ اُن کے آقا اور مطاع ہونے کے باوجود ہر کام میں ان کے ساتھ شریک ہوتے اور ہر موقعہ پر اُن کی مدد کرتے۔ صحابہ کرام کے عشق اور فدائیت کا یہ عالم تھا کہ ہمیشہ آپ کے پسینہ کی جگہ اپنا خون بہانے کو تیار رہتے۔ اُن کی خوشی تو اسی میں تھی کہ اُن کا محبوب آقا آرام کرے اور وہ اُس کے سامنے اپنی فدائیت اور اخلاص کے جوہر دکھائیں مگر ہمارے پیارے آقا محبت و شفقت کی وجہ سے جو آپ کے دل میں صحابہ کرام کے لیئے موجزن تھی کبھی یہ پسند نہ فرماتے تھے کہ آپ انہیں تو کام کرنے کا حکم دیں اور خود خاموش ہو کر بیٹھ رہیں۔ محبت و شفقت کے چشمہ سے پھوٹنے والی اس عظمتِ کردار کی بے شمار مثالیں آپ کی مطہر زندگی میں نظر آتی ہیں۔

ایک سفر کے دوران کھانا پکانے کا وقت ہوا تو ایک صحابی نے کہا، کہ بکری کا ذبح کرنا میرے ذمہ ہے، دوسرے نے کہا کہ کھال اُتارنا میرا ذمہ ہے۔ تیسرے صحابی نے کہا، کہ پکانے کی ذمہ داری میں لیتا ہوں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اچھا پھر جنگل سے لکڑیاں چن کر لانا میرے ذمہ ہے۔ صحابہ کرام نے بصد ادب عرض کیا کہ ہمارے آقا! ہمارے ماں باپ آپ پر قربان! آپ تکلیف نہ فرمائیں۔ یہ کام بھی ہم خود کر لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں جانتا ہوں کہ تم کر سکتے ہو مگر مجھے یہ بات پسند نہیں کہ اپنے تئیں تم سے ممتاز کروں۔ چنانچہ چشم فلک نے یہ روح پرور نظارہ دیکھا کہ بادشاہ دوجہاں جنگل میں جاتا ہے اور لکڑیاں چن کر، اپنے کندھے پر اُٹھا کر لاتا ہے جس سے سب کے لئے کھانا تیار کیا جاتا ہے!

ہجرت مدینہ کے بعد مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کی تعمیر کا مرحلہ آیا تو رسولِ اکرم ﷺ بھی اسکی تعمیر کے کام میں صحابہ کرام کے دوش بدوش شامل تھے۔ حدیث میں اسکی تفاصیل ملتی ہیں۔ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ جب مسجد کی تعمیر شروع ہوئی تو آپ خود بھی صحابہ کے ساتھ مل کر اینٹیں ڈھوتے تھے اور صحابہ کا حوصلہ بڑھانے کے لیئے اُن کے ساتھ مل کر پاکیزہ اشعار بھی بلند آواز میں پڑھتے جاتے۔ کام میں شمولیت محض رسمًا نہ تھی بلکہ آپ بھر پور طور پر اس میں حصہ لیتے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ بھاری پتھروں کے اُٹھاتے وقت جسم مبارک خم ہو جاتا تھا۔ صحابہ فرطِ عقیدت اور محبت سے بار بار آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور عرض کرتے: ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں! آپ چھوڑ دیں، ان بھاری پتھروں کو ہم اُٹھا لیتے ہیں۔ ایسے مواقع پر آپ کا ردّ عمل کیسا دلربا اور حسین ہوتا تھا۔ آپ خوب جانتے تھے کہ اگر انکار کیا تو میرے پیارے صحابہ کا دل ٹوٹے گا اور یہ آبگینے آپ کو بہت عزیز تھے۔ روایت میں آتا ہے کہ آپ جاںنثار صحابہ کی محبت بھری درخواست قبول فرمالیتے۔ اُٹھایا ہوا پتھر اُن کے سپرد کر دیتے لیکن اپنے کام کو اُسی طرح جاری رکھتے اور پھر اُسی وزن کا دوسرا پتھر اٹھا لیتے! اللہ! اللہ! کیا حسین اور پیارا نمونہ ہے ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ کا۔ دنیا کی تاریخ میں اس کی نظیر دکھائی نہیں دیتی۔

جنگ احزاب کے موقعہ پر اسی قسم کا ایک اور روح پرور واقعہ رونما ہوتا ہے۔ حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورہ سے یہ طے پایا کہ مدینہ کے گرد حفاظت کے لیئے ایک خندق کھودی جائے۔ چالیس چالیس ہاتھ زمین دس دس آدمیوں کو کھودنے کے لیئے بانٹ دی گئی۔ یہ کام صحابہ کے سپرد کر کے رسول پاک ﷺ الگ ہو کر نہیں بیٹھے بلکہ آپ بھی صحابہ کے ساتھ ساتھ اس کام میں پوری طرح شامل تھے۔

حضرت براءؓ بیان کرتے ہیں اُس روز آقائے دو جہاں بھی اپنے پیارے صحابہ کے ساتھ مٹی کو اِدھر سے اُدھر لیجانے کا کام کر رہے تھ۔ وہ بڑے پیار سے ذکر کرتے ہیں کہ وَقَدْ وَارَی التُّرَابُ بَیَاضَ بَطْنِہٖ۔ کہ اُس موقعہ پر آپ کے بدنِ مبارک پر کوئی قمیص نہ تھی اور میں نے آپ کو اِس حالت میں دیکھا کہ مٹی نے آپ کے گورے سے سفید پیٹ کو ڈھانپا ہوا تھا یہ کیفیت پڑھ کر دل فرطِ جذبات سے بے قابو ہونے لگتا ہے اور اسوہ کامل، محمد مصطفےٰ ﷺ کی محبوبی و دلربائی دیکھ کر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ کیسا عظیم الشان اور مُحسن آقا ہے کہ اپنے جا نثار صحابہ کے ساتھ ایک مزدور کے طور پر شریک عمل ہے اور اِس وجہ سے ہے کہ اُس کا دل اپنے صحابہ کی محبت اور شفقت سے پُر ہے وہ اپنے آپ کو اُن سے ایک ذرّہ برابر بھی اُونچا خیال نہیں کرتا۔ لیکن خدا شاہد ہے کہ یہی تو اُسکی لازوال عظمت اور سر بلندی کا راز ہے۔ یہی تو وہ اعجاز ہے جس نے اُسے خاتم النبیینؐ کا افضل ترین منصب عطا فرمایا ہے۔ لاریب وہ اولین و آخرین کا سرتاج ہے۔

رحمة ’’للعالمین کی محبت و شفقت کی دنیا، ایک عجیب دنیا تھی۔ ہر وجود محبت کی برسات میں نہلایا ہوا تھا، اور وہ جو اُس شمع کے پروانے تھے اُن پر تو بطور خاص یہ محبت و شفقت ایک گھٹا بن کر موسلا دھار بارش کی مانند دن رات برستی چلی جاتی۔

اہل مدینہ نے ایک روز محبت و پیار اور ناز برداری کا ایک بہت ہی حسین نظارہ دیکھا۔ آپ ﷺ بازار تشریف لے گئے تو دیکھا کہ آپؐ کا ایک بدوی صحابی زاہرؓ محنت مزدوری کر رہا ہے۔ ایک تو شکل کچھ ایسی اچھی نہ تھی دوسرے گرد و غبار اور پسینہ کی وجہ سے اور بھی بد نما دکھائی دے رہا تھا۔ آپؐ نے اپنے پیارے دوست کو دیکھا تو قلبی محبت بھڑک اٹھی۔ آپ نے دبے پاؤں قریب جا کر پیچھے سے اُس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیئے۔ زاہر حیرت میں گم ہوگیا کہ مجھ غریب، بے کس اور بد صورت سے اِس انداز میں اظہار محبت کرنے والا کون ہوسکتا ہے۔ پھر خود ہی خیال آیا کہ رحمتِ دو عالم، محمد عربی کے سوا اور کون ہوسکتا ہے؟ ہاتھوں کو چھوا تو اس بات کا یقین ہوگیا۔ بس پھر کیا تھا زاہرؓ نے موقع غنیمت جان کر اپنا خاک آلود جسم آپ کے جسم مبارک سے ملنا شروع کر دیا۔ زاہر کا یہ اندازِ محبت دیکھ کر آپ مسکراتے رہے اور عاشق زار اپنے شوق کی تسکین کرتا رہا۔ بالآخر محبت و پیار کا ایک اور باب کھلا جب آپ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا لوگو! میں ایک غلام بیچتا ہوں کوئی ہے جو اس کا خریدار ہو؟ زاہر کہنے لگا میرے آقا! مجھ غریب اور خستہ حال کا کون خریدار ہوسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں؛ نہیں ایسا مت کہو تمہارا خریدار تو خود عرش کا خدا ہے!

کتنا حُسن اور پیار ہے اس ایک واقعہ میں! ایسی ناز برداریاں اور ایسا لطف و کرم تو بچوں کو اپنی حقیقی ماؤں سے بھی نصیب نہیں ہوتا۔ یہ کیفیت اُس مقدس ہستی کا اعجاز ہے جو واقعی ماں سے بڑھ کر شفیق اور محسن تھی۔

ماں کا وجود بچوں کے حق میں مجسم رحمت ہوتا ہے۔ ماں کی مامتا کی کوئی ایک راہ نہیں ہوتی۔ اس کی شفقت ہمیشہ جاری و ساری رہتی ہے۔ ہمارے محبوب آقا محمد مصطفےٰ ﷺ ہر ماں سے زیادہ شفیق اور محسن تھے اور بالخصوص اپنے صحابہ کے حق میں تو آپ کی محبت اور شفقت ایک بحر بیکران کی مانند تھی جس کا احاطہ کرنا انسان کے بس کی بات نہیں۔ آپ کی زندگی کی ہر حرکت و سکون آپ کی بے پایاں شفقت کی آئینہ دار تھی اور واقعات کے آئینہ میں سیرت نبوی کا یہ پہلو نئے سے نئے انداز میں جلوہ نمائی کرتا دکھائی دیتا ہے۔ متفرق واقعات کا ایک گلدستہ پیشِ خدمت ہے۔

رسولِ پاک ﷺ کے ایک فدا کار صحابی حضرت عمّار بن یاسر دشمنوں کے ہاتوں شدید مصائب کا نشانہ بنائے گئے۔ ایک بار اِس حالت میں دربار نبوی میں حاضر ہوئے کہ مصائب کے بوجھ سے بُری طرح ہلکان ہو چکے تھے اور بڑے درد سے عرض کی کہ اے اللہ کے رسولؐ! لوگوں نے مجھے مار ڈالا ہے۔ مجھ پر اتنا بوجھ لاد دیتے ہیں جس کے اُٹھانے کی مجھ میں طاقت نہیں ہوتی۔ آپ کی حالتِ زار دیکھ کر اور اس کا ذکر سن کر محبوب خدا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ حضرت ام سلمہ روایت کرتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسولِ خدا ﷺ ان کے سر کے بالوں کو اپنے دستِ مبارک سے درست کر رہے تھے اور لوگوں سے فرما رہے تھے کہ عمار مجھے اِس قدر عزیز اور پیارا ہے کہ گویا میری آنکھوں اور ناک کے درمیان کا چمڑا ہے۔

مدینہ میں ایک غریب عورت مسجد نبوی کی صفائی کیا کرتی تھی۔ رسولِ خدا ﷺ نے اُسے چند دن نہ دیکھا تو اُس کے بارہ میں دریافت فرمایا۔ بتایا گیا کہ وہ فوت ہوگئی ہے اور دفن کر دی گئی ہے۔ فرمایا مجھے کیوں اطلاع نہ دی کہ میں بھی اُس خادمۂ مسجد کے جنازہ میں شامل ہوسکتا۔ فرمایا مجھے بتاؤ کہ اُسکی قبر کہاں ہے؟ آپ بنفسِ نفیس اسکی قبر پر تشریف لے گئے اور اُس کے لیئے دعا کی۔

حضرت علیؓ کی والدہ محترمہ فاطمہ بنت اسد نے اپنے گھر میں آنحضور ﷺ کی پرورش کی تھی۔

آپؐ کو ان کے ساتھ بے حد محبت تھی۔ جب ان کی وفات ہوئی تو آنحضور کی آنکھیں فرطِ غم سے آبدیدہ ہوگئیں۔ اُنہیں سپردِ خاک کرنے کے لیئے آپ خود ان کی لحد میں اُترے اپنی اُس محسنہ کو مخاطب کرتے ہوئے بڑی رقت سے فرمایا۔

’’فی الواقعہ آپ بہترین ماں تھیں اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین ماں بننے کی بہترین جزادے‘‘

جب آپ اور آپ کے جانثار صحابہ پر مکّہ والوں کا ظلم انتہا کو پہنچ گیا تو آنحضرت ﷺ سے ان جانثاروں کا دُکھ نہ دیکھا جاتا۔ آپ کو اُن کے حالات کا علم ہوتا تو فرطِ جذباتِ محبت سے آبدیدہ ہو جاتے اُنہیں جنت کی بشارت دیتے اور دعاؤں سے نوازتے۔ جب معاملہ حد سے آگے گزر گیا تو مشفق و مہربان آقا نے صحابہ کو اجازت دی کہ وہ حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں جہاں اُنہیں مصائب سے امن نصیب ہوگا۔ خود بدستور مکّہ میں رہے۔ بادشاہِ حبشہ نے اُن مسلمان مہاجرین سے بہت اچھا سلوک کیا۔ اس نیک سلوک کی رسول پاک ﷺ کے دل میں اتنی قدر تھی کہ چند سال بعد حبشہ سے ایک وفد آیا تو آپ بذاتِ خود اُن کی خدمت کے لیئے کھڑے ہو گئے۔ صحابہ نے بار بار عرض کیا کہ ہم آپ کی طرف سے خدمت کے لیئے حاضر ہیں لیکن آپ نے فرمایا کہ مَیں خود اُن کی خدمت کرنا چاہتا ہوں کیونکہ جب ظلموں کے ستائے ہوئے میرے پیارے صحابہ اُس ملک میں گئے تھے تو اِن لوگوں نے اُن کا بہت اکرام کیا تھا۔

جب آنحضرت ﷺ کی بیٹی حضرت رقیہ فوت ہوئیں تو ان کے خاوند حضرت عثمانؓ بہت مغموم نظر آنے لگے۔ دامادی کے رشتہ کا انطقاع آپ کے دل پر بھاری بوجھ بن گیا۔ آنحضرت ﷺ نے عثمان کے غم کو خوب محسوس کیا اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے اپنی دوسری بیٹی حضرت اُم کلثوم کا اُن سے نکاح کر دیا تقدیر الٰہی سے حضرت اُم کلثوم بھی جلد فوت ہوگئیں تو آپ نے بڑی شفقت اور محبت سے حضرت عثمان کو فرمایا! ’’اگر میری‘‘ تیسری بیٹی ہوتی تو اے عثمان! میں وہ بھی تجھ سے بیاہ دیتا

آپؐ کے ایک مخلص صحابی حضرت (خباب بن ارتؓ) تھے جنہوں نے راہ خدا میں بہت دکھ اُٹھائے بہت عزیز تھے۔ ایک بار آپ نے اُنہیں میدانِ جہاد کے لیئے روانہ فرمایا۔ اس وجہ سے رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا کہ حضرت خباب کے گھر کوئی مرد نہیں اور عورتوں کو دودھ دوھنا نہیں آتا۔ رسول، پاک ﷺ کی شفقت اور محبت کی باریک نظر کا مظاہرہ دیکھئے کہ آپ ہر روز اُن کے گھر تشریف لیجاتے اور دودھ دوھ دیا کرتے!

فتح مکّہ کے تاریخ ساز موقع پر ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفےٰ ﷺ کی سیرت طیبہ کے بے شمار پہلو بڑی شان کے ساتھ جلوہ گر ہوئے۔ یہ فتح کا دن تھا۔ دشمنوں سے حسین انتقام کا دن تھا۔ عاجزی اور انکساری کا دن تھا۔ اللہ کے حضور شکر گزاری کا دن تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ اپنے جانثار صحابہ سے محبت و شفقت کے اظہار کا دن بھی تھا۔ دیکھو! ہمارے محسن آقا نے کس طرح اُس کا اظہار کیا اور شفقت اور عزت افزائی کا کیا عجیب اور دلربا انداز اختیار فرمایا۔ آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ اے دشمنانِ اسلام! جس حبشی غلام پر تم لوگوں نے لمبا عرصہ ہر قسم کا ظلم و ستم روا رکھا مگر تم اُس کی صدائے احد احد کو خاموش نہ کر سکے، سنو آج جو شخص اِس بلال کے جھنڈے کے نیچے آجائے گا اُسے امن عطا کیا جائے گا۔

مَیں سوچتا ہوں کہ اِس اعلان کو سن کر، اور محسنِ آقا کی شفقت و محبت کو دیکھ کر سیدنا بلالؓ کے دل کی کیا حالت ہوئی ہوگی۔ رسولِ اکرم ﷺ نے عید کے موقع پر جانور کی قربانی دی۔ یہ فریضہ ادا کر چکنے کے بعد بطورِ خاص ایک اور جانور کی گردن پر چھری رکھی اور فرمایا؛ خدایا! یہ میری امّت کے اُن لوگوں کی طرف سے قبول فرما جو قربانی کی طاقت نہیں رکھتے! اُمت کے غریب لوگوں پر یہ محبت و شفقت! لاریب یہ محمد مصطفےٰ ﷺ کا ہی حصہ ہے جو واقعتاً ماں باپ سے بڑھ کر محبت و احسان کرنے والے تھے۔

محبت و پیار اور شفقت و احسان کے کرشمے آپ کی زندگی تک محدود نہ تھے۔ اس کا فیضان تو مرنے کے بعد بھی جاری و ساری ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے روز جب جہنم کے فرشتے بعض لوگوں کو کھینچ کر لیجا رہے ہوں گے تو ہمارے آقا ان کو دیکھ فرمائیں گے کہ اصیحابی! اصیحابی! کہ یہ میرے صحابہ ہیں۔ بدعہد لوگ تو اپنے انجام کو دیکھیں گے لیکن رسولِ خدا ﷺ کا یہ بے ساختہ اظہار محبت آپ کی شفقت اور پیار کا آئینہ دار ہے۔ پھر جب شفاعت کا اذن ہوگا تو اس موقع پر بھی رسول پاک ﷺ کی محبت و شفقت اِس التجا میں ڈھل جائے گی کہ۔ یا رَبِّ امتی! یا رَبِّ امتی۔ اے میرے مولیٰ! میری امت پر رحم فرما۔ میرے ماننے والوں پر نظر کرم فرما!

اختتامیہ

آنحضرت ﷺ کے اپنے صحابہ کرام سے محبت و شفقت کے چند واقعات آپ کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ اتنا وسیع باب ہے کہ اس کا احاطہ کرنا اور اسکو مکمل طور پر بیان کرنا ہرگز ممکن نہیں۔ یہ ایک ایسا سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں۔ رحمت و کرم کا ایسا چشمہ ہے جس کا فیضان ہر آن جاری و ساری بلکہ ہمیشہ ترقی پذیر ہے۔ خدا کرے کہ ہمیں اُن نیک اعمال کی توفیق ملے جو ہمارے آقا و مولیٰ کو محبوب تھے تا کہ میدانِ حشر میں اُس کی پیار بھری نظریں ہم گناہگاروں پر بھی پڑیں، ہم بھی شاہِ مکّی و مدنی کی محبت و شفقت اور شفاعت کے مورد اور مستحق ٹھہریں، ہم بھی خدا تعالیٰ کی درگاہ میں قبولیت کے لائق ٹھہریں۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔! آمین ثم آمین

وَآخِرُ دَعوانا اَنِ الحمدُ للہ ربِ العالمین

تبرکات: مولانا ابو العطاء جالندھری مرحوم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ خلوت

نبوت اور خلوت

انبیاء علیہم السلام کی بے لوث فطرت اور پاکیزہ سرشت نمود و نمائش کی خواہش سے مبرّا ہوتی ہے۔ وہ اہل دُنیا اور ان کی مدح و ثنا کو محض بے حقیقت سمجھتے ہیں۔ ان کی نگاہ اسی ذات پر ہوتی ہے جو ذرّہ ذرّہ کی عالم اور جس کی تعریف، حقیقی تعریف ہوتی ہے۔سو وہ فنا کے سمندر میں غوطہ زن ہوتے ہیں۔نفسانیت کو ہٹا کر، انانیّت کو کچل کر صرف آستانۂ الوہیت پر ناصیہ فرسا ہو جاتے ہیں۔تب رحمتِ خداوندی جوش مارتی ہے اور اُن کے دامن کو اپنے افضال سے بھر دیتی ہے۔ بلکہ آسمانی خزانوں کی چابی اُن کو دی جاتی ہے۔جس پر وہ کھولتے ہیں۔ اُس کے لئے آسمانی دروازے کھولے جاتے ہیں اور جس پر وہ بند کرتے ہیں، وہ شقاوت سے حصہ پاتا ہے۔ اسی لئے فرمایا۔

و قد غوّصتُ فی بحر الفناء
فعُدتُ و فی یدی ابھی اللّالی

انبیاء کرام کی سوانح حیات پر ایک نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انتہائی طور پر خلوت پسند ہوتے ہیں۔ دُنیا کی شہرت و عزت کو عار خیال کرتے ہیں۔ وہ دُنیا کی طرف منہ نہیں کرتے، جب تک کہ قدرت کا زبردست ہاتھ مجبور کر کے اُن کو باہر نہیں لاتا۔ بیشک وہ بنی نوع انسان کے سب سے بڑے ہمدرد اور خیر خواہ ہوتے ہیں۔ مگر چونکہ اُنہیں اس خیر خواہی پر کوئی صِلہ مطلوب نہیں ہوتا اس لئے عزلت نشینی کی مضطربانہ دُعاؤں اور خالقِ کُل سے کامل وابستگی کی خاطر وہ زاویہ نشین ہو جاتے ہیں اور اسی طریق پر کارفرما رہتے ہیں۔ تاوقتیکہ اُنہیں ندائے آسمانی ’’قُمْ فَاَنْذِرْ‘‘ کا ارشاد نہیں فرماتی۔ گویا خلوت اور نبوت کا نہایت گہرا تعلق ہوتا ہے۔غرض ہر نبی کا یہی مقولہ ہوتا ہے۔ ؎

ابتدا سے گوشۂ خلوت رہا مجھ کو پسند
شہرتوں سے مجھ کو تھی نفرت ہر اک عظمت سے عار

خلوت کی زندگی پر تبصرہ کی اہمیت

انسانی زندگی کے دو بڑے پہلو ہوتے ہیں۔ اول وہ جس میں انسان عام دُنیا کی نظروں کے سامنے ہوتا ہے اور دُنیا کی تعریف و مذمت کا نشانہ بنتا ہے۔ دوم جب اُس کے اعمال کے دیکھنے والوں کا دائرہ نہایت محدود ہو جاتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات تو انسانوں میں سے کوئی بھی اس کے ساتھ نہیں ہوتا۔صرف ’’خدا دیکھتا ہے‘‘ کا زبردست یقین اُس کے کاموں پر حکمرانی کرتا ہے۔ اوّل الذکر پہلو جلوت اور موخر الذکر حصہ کو خلوت سے موسوم کیا جاتا ہے۔

ظاہر ہے کہ ہر شخص اپنی جلوت کو پاکیزہ اور جلی بنانے یا کم از کم پاکیزہ دِکھانے کی کوشش کرے گا اور کرتا ہے تا اُسے لوگوں کی نظر میں وقار اور عزت حاصل ہو۔ بسا اوقات بڑے بڑے بدقماش انسان بھی اپنے آپ کو فرشتہ سیرت ظاہر کرتے ہیں۔

ع اے بسا ابلیس آدم روئے ہست

مگر بہت کم ہیں جو اپنی اصلاح کی فکر کرتے ہیں اور دل پاک بنا کر خلوت کی زندگی کو بھی مطہر بناتے ہیں۔ علماءِ بدکردار کے حق میں ایک بزرگ فرما گئے ہیں۔ ؎

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و ممبر میکنند
چوں بخلوت می روند آں کار دیگر می کنند

اصل نیک وہی ہے جس کا دل بھی پاک ہو اور خلوت و جلوت میں ہر وقت پاکیزگی اس کا شیوہ ہو۔ ’’سَرِیْرَتُہٗ خَیْرٌ مِّنْ عَلَانِیَتِہٖ‘‘ کا نمونہ ہو۔ انسان ظاہر داری کی خاطر بہت حد تک بلند آہنگ دعاوی کے لئے اخلاق و اعمال میں بھی تصنّع اور بناوٹ اختیار کر لیتا ہے۔ مگر خلوت کی زندگی ایسی ہے جو انسان کے ظاہر کی گواہ اور اُس کے قلبی اعتقادات کی شاہد ہوتی ہے۔ پس خلوت کی زندگی پر غور کرنا نہایت اہم اور ضروری پہلو ہے۔

خلوت نبوی اور تاریخ

ہادیانِ مذاہب میں سے سراپا حمد یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ذات ستودہ صفات ہے۔جن کی زندگی کے نمایاں کارناموں بلکہ آپ کی ہر حرکت و عمل سے صفحاتِ تاریخ مزیّن ہیں۔ دُشمن اور دوست آپ کے افعال کے شاہد ہیں اور اپنے اور بیگانے آپؐ کے ثناخواں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ امتیازی صفت اور بھی روشن ہو جاتی ہے جبکہ ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کی خلوت کا بھی بیشتر علم تاریخی طور پر موجود ہے۔ مَیں نے جہاں تک غور کیا ہے اس باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یگانہ پایا ہے۔ دُنیا میں بہت سے ایسے مذاہب ہیں جن کے بانیوں کا تاحال نام و پتہ بھی متعین نہیں اور اہمیت کے لحاظ سے تو کسی بھی بانیٔ مذہب کو بانیٔ اسلام سے مساوات حاصل نہیں۔ پس اسلام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخی شخصیت پر بجا فخر حاصل ہے اور اس کا اہم ترین پہلو آپ کی خلوت کا تذکرہ ہے۔

خلوت نبویؐ کا بہترین معیار

انسان کے کام خواہ کتنے ہی نہاں در نہاں اور سات پَردوں میں کیوں نہ ہوں مگر ایک علیمِ کُل ہستی موجود ہے۔جس کے سامنے کوئی راز نہیں۔ اس لئے انسان کے مخفی اعمال کے جانچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کا اُس سے معاملہ اور سلوک بہترین گواہ ہوسکتا ہے۔ کیونکہ ناپاک دل نصرتِ الٰہی کے مَورد نہیں بن سکتے۔ بلکہ اُن کی موت ذِلت اور حسرت کی موت ہوتی ہے اور اُن کے مقاصد کبھی پورے نہیں ہوتے اور اُنہیں کامیابی حاصل نہیں ہوتی۔ اس کھلی شہادتِ آسمانی کے لحاظ سے جب دیکھا جاتا ہے تو معاندین کو بھی عظمتِ نبوی کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا پڑا ہے۔مشہور ہندو لالہ شام لال جی ایڈیٹر اخبار ’’گوروگھنٹال‘‘ نے بھی اپنی کتاب ’’مذہبی دُنیا کے نَو ریفارمر‘‘ میں اعتراف کیا ہے۔

’’محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنی زندگی میں ہی وہ کامیابی حاصل ہوئی جس کی مثال اس وقت دُنیا میں ملنی مشکل ہے۔‘‘

(صفحہ 172)

جس کے بالفاظ دیگر یہ معنے ہیں کہ جس قدر تائید ایزدی حضور علیہ السلام کے شاملِ حال ہوئی، وہ کسی دوسرے نبی کو حاصل نہیں ہوسکی اور یہ امر حضورؐ کی پوشیدہ زندگی کو نہایت روشن کر دیتا ہے اور آپ کو پاکبازوں اور مزکّی نفوس کی صف میں سب سے اول نمبر پر لا کھڑا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آسمانی نداء نے باآوازِ بلند اعلان کر دیا۔ ’’پاک محمدؐ مصطفےٰ نبیوں کا سردار‘‘

آنحضرت ﷺ کی خلوت کی اقسام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوت مختلف حصوں پر منقسم ہے۔ (1) وہ زمانہ حیات جو حضور کی گھریلو زندگی سے موسوم ہے، وہ بھی خلوت کی زندگی ہے۔ (2) وہ اوقات جن میں حضور بعض حوائج کے پورا کرنے کے لئے لوگوں سے علیحدگی اختیار فرماتے تھے۔ (3) عموماً رات کی تاریک گھڑیوں میں حضور کی عابدانہ مصروفیتیں۔ (4) انسانی آبادی سے دُور تِیرہ و تاریک غاروں میں حضور کی خلوت اور تنہائی کے اوقات۔

پہلی خلوت

اوّلُ الذِّکر خلوت کا بیان دیگر عنوانات کے ضمن میں آچکا ہو گا اور اس کی تفصیل کے لئے یہ جگہ ناکافی ہے۔مختصر یوں سمجھئے کہ ہم آپ کو اس زندگی میں نہایت سادہ اور خوش خُلق معاون اور بہترین خاوند کی حیثیت میں پاتے ہیں اور آپ اپنی بیویوں کے کام کاج میں اُن کا ہاتھ بٹاتے تھے اور اپنی ضروریات کو خود پورا فرماتے۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ۔ کَانَ بَشَرًا مِّنَ الْبَشَرِ یَفْلِیْ ثَوْبَہٗ وَیَحْلُبُ شَاتَہٗ وَیَخْدُمُ نَفْسَہٗ (شمائل ترمذی ص 24) کہ اندرون خانہ حضورؐ کو کپڑے درست کرنے اور بکریاں دوہنے اور دیگر کاموں کے کرنے سے حجاب نہ تھا۔خود حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ وَاَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِیْ (ترمذی جلد 2 ص 229) اے لوگو! تم میں سے نیک وہی ہے جو اپنے گھر والوں سے نیک سلوک کرتا ہے اور مَیں تم میں سے اپنے اہل سے زیادہ اچھا سلوک کرنے والا ہوں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے حضورؐ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؓ نے نہایت جامع جواب دیا یعنی کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْآن کہ حضورؐ کے خصائل واطوار قرآن مجید کی عملی تصویر تھے۔ یہی پاکیزہ طریق تھا جس نے حضور علیہ السلام پر ایمان لانے والوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جیسی محرم راز کو تیار کیا اور دیگر اقارب کو دین حق میں داخل ہونے کی توفیق حاصل ہوئی۔ آنحضرت ﷺ کے متعلق مسز اینی بسینٹ نے کیا خوب کہا۔

’’اس حالت کا تصور کیجئے جبکہ صرف اُن کی بیوی ہی اُن پر ایمان لائیں ہیں۔ اس کے بعد نہایت قریبی رشتہ دار اُن پر ایمان لائے ہیں۔ اس بات سے محمدؐ کی نسبت کچھ کچھ پتا لگتا ہے۔ ایک ایسے مجمع میں سے پیرو حاصل کر لینا آسان امر ہے۔ جو آپ کو نہیں جانتا جو آپؐ کو صرف پلیٹ فارم پر دیکھتا ہے۔ جو آپؐ کی صرف لکھی لکھائی تقریریں سنتا ہے۔ یا آپؐ کو بعض سوالات کا جواب دینے کی حالت میں دیکھتا ہے لیکن اپنی بیوی اپنی بیٹی اور اپنے داماد اور دیگر قریبی رشتہ داروں کی نظر میں نبی بننا یہ فی الحقیقت نبی بننا ہے اور یہ ایک ایسی فتح ہے جو حضرت مسیحؑ کو بھی نصیب نہ ہوئی۔ (رسالہ نظام المشائخ دہلی جلد 14 نمبر 4 5-)

غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گھر کی زندگی نہایت پاکیزہ اور مطّہر تھی جس کے لئے قولی و عملی شہادت موجود ہے۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جو حضورؐ سے پندرہ برس بڑی تھیں، آپؐ کی پہلی زندگی کے کمال پاکیزہ ہونے کی گواہی دی ہے۔

اِنَّکَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْکَلَّ وَ تَکْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِیْ الضَّیْفَ وَتُعِیْنُ عَلَی نَوَائِبِ الْحَقِّ۔
(صحیح بخاری، کتاب الوحی باب کیف کان بدءُ الوحی الی رسول اللہ ﷺ)

دوسری خلوت

ذکر خدا آنحضرت ﷺ کی غذا روحانی تھی۔ ہر لمحہ ہر ساعت آپؐ یادِ خدا میں مشغول ہوتے تھے۔ آپؐ کی رفیق زندگی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کَانَ یَذْکُرُ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ حَالٍ کہ حضورؐ ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد رکھتے تھے۔ آپؐ کی بے شمار دُعائیں جو آپؐ نے مختلف اوقات میں بارگاہِ ایزدی میں کیں۔ آپؐ کے قلبی جذبات کی شاہد ہیں۔ آپؐ نے بارہا خلوت کی مبارک گھڑیوں میں اپنے خالق کو مخاطب کیا اور عرض معروض کی۔ وہ پاک الفاظ آج بھی انسانی بدن کے رونگٹے کھڑے کر دیتے ہیں۔ جنگِ بدر کے شروع ہونے سے پہلے حضورؐ نے جبینِ

نیاز کو خاک پر رکھ کر عرض کیا۔ اَللّٰھُمَّ اِنْ اَھْلَکْتَ ھٰذِہِ الْعِصَابَۃَ فَلَنْ تُعْبَدْ فِی الْاَرْضِ اَبَدًا اے خدا! اگر آج تُو نے اس گروہ مومنین کو تباہ کروا دیا۔ تو کون دُنیا میں تیری عبادت کرے گا۔ ایک دوسرے موقع پر فرمایا اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاعْتَرَفْتُ بِذُنُوْبِیْ اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ اے خدا! تُو ہی میرا رب ہے۔ تیرے سوا کوئی قابل عبادت نہیں۔ تُو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور اپنی طاقت کے مطابق تیرے عہد اور وعدہ پر قائم ہوں۔ اپنے کاموں کے خراب پہلو سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ تیرے احسانوں کا معترف اور اپنی کوتاہیوں کا اقراری ہوں۔ تیرے سوا کوئی پردہ پوش نہیں۔

بھوتسم کی مختلف دُعائیں ہیں۔ جن سے حضور علیہ السلام کی خشیت و تضرع کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ حضور جب قضائے حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو دُعا پڑھتے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَآئِثِ اے خدا! میں ہر مادی و روحانی گند سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ جب حضور تھوڑی دیر کے لئے بستر استراحت پر جاتے تو وضو کرتے اور فرماتے بِاسْمِکَ رَبِّیْ بِکَ وَضَعْتُ جَنْبِیْ وَبِکَ اَرْفَعُہٗ فَاِنْ اَمْسَکْتَ نَفْسِیْ فَارْحَمْھَا وَاِنْ اَرْسَلْتَھَا فَاحْفَظْھَا بِمَا تَحْفَظُ بِہٖ عِبَادَکَ الصَّالِحِیْنَ اے میرے ربّ! تیرے نام سے مَیں سوتا ہوں اور تیرے حکم سے بیدار ہوں گا۔ اگر تو میرے نفس کو روک رکھے۔ تو اس پر رحم کر اور اگر اُسے بھیجے تو نیکوکار بندوں کی طرح اس کی حفاظت فرما۔

پھر اس قسم خلوت میں میاں بیوی کے تعلقات کا وقت لوگوں کے لئے عام طور پر نفسانی جوشوں کے غلبہ کا وقت ہوتا ہے اور بہت ہیں جو نفس امارہ سے مغلوب ہو کر خدا بلکہ دُنیا کی شرم و حیا سے بھی غافل ہو جاتے ہیں۔ مگر وہ مقدسین کا سردار جس نے فرمایا تھا قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ (بخاری) یادِ خدا سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ اس خلوت کے موقع پر بھی دُعا کرتا ہے اور دوسروں کو اس کے پڑھنے کی تلقین فرماتا ہے اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا اے خدا! ہم (میاں بیوی) کو شیطان اور گندے خیالات سے بچا اور ہمارے بچے کو بھی شیطانی اثرات سے محفوظ رکھ۔

پس نبی کریم ﷺ کی خلوت کا یہ پہلو بھی نہایت نمایاں اور واضح ہے۔

آنحضرت ﷺ کی رات

سیّد الانبیاء کی شبانہ عبادت کے متعلق بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ مگر اس کے لئے الگ عنوان مقرر ہے۔ قرآن مجید میں جسے دُشمنان اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خود ساختہ کلام قرار دیتے ہیں۔ (نعوذ باللہ منہ) ارشاد ہوتا ہے اِنَّ نَاشِئَۃَ الَّیْلِ ھِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِیْلًا (المزمل) رات کی بیداری اور ریاضتِ شاقہ نفس کشی کا بہترین ذریعہ ہیں اور اس طریق سے کلام میں تاثیر پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے تم رات کا بیشتر حصہ عبادت الٰہی میں گزارا کرو۔ خود حدیث صحیح میں افضل العبادت کے متعلق نبی پاک نے فرمایا اَلصَّلٰوۃُ وَالنَّاسُ نِیَامٌ کہ بہترین عبادت یہ ہے کہ انسان اس وقت نماز پڑھے جبکہ اہل دُنیا خواب غفلت میں ہوتے ہیں۔

ان ارشادات سے عیاں ہے کہ حضور علیہ السلام کی رات کیسی ہوگی مختصر طور پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے لفظوں میں یوں پڑھ لیجئے۔ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ حَتّٰی تَوَرَّمَ قَدَمَاہُ فَقِیْلَ لَہٗ تَفْعَلُ ھٰذَا وَقَدْ جَاءَکَ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَدْ غَفَرَ لَکَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ قَالَ اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر نمازیں پڑھتے تھے کہ حضور کے پاؤں پر ورم آجاتا تھا عرض کیا جاتا کہ جب ذات باری نے آپ کو معصوم بنایا ہے تو پھر اس قدر عبادت کی کیا ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کیا میں اپنے آقا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

غاروں والی خلوت

بانی اسلام علیہ الصلوۃ والسلام کو اپنی قوم کی نظروں میں جو عزت و توقیر حاصل تھی اُسے دیکھتے ہوئے آنحضرت ﷺ کی خلوت پسندی نہایت قابل تعریف جوہر بن جاتی ہے۔ ایک راندۂ خلق انسان اگر زاویہ نشین ہو جائے تو وہ اور بات ہے لیکن جسے خاص و عام سر آنکھوں پر بٹھاتے ہوں۔ اُس کا اس طرح تنہائی اختیار کرنا یقیناً جذبۂ للّٰہیت کا زبردست ثبوت ہے۔ سرور کائنات کے وجود باجود نے دو مشہور غاروں کو زینت بخشی ہے۔ زمانہ نبوت سے قبل کی زندگی میں جس کی پاکیزگی کے متعلق فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِہٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (یونس: 17) میں کھلے طور پر چیلنج کیا گیا ہے۔ حضورؐ نے کوہ نور کے غار حرا کی تاریک جگہ میں بہت عرصہ کنج خلوت اختیار کیا۔ بخاری شریف میں لکھا ہے۔

حُبِّبَ اِلَیْہِ الْخَلَاءُ فَکَانَ یَخْلُوْ بِغَارِ حِرَاءٍ فَیَتَحَنَّثُ فِیْہِ وَھُوَ التَّعَبُّدُ اللَّیَالِیَ ذَوَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ اَنْ یَنْزِعَ اِلٰی اَھْلِہٖ وَیَتَزَوَّدُ لِذٰلِکَ ثُمَّ یَرْجِعُ اِلٰی خَدِیْجَۃَ فَیَتَزَوَّدُ لِمِثْلِھَا حَتّٰی جَاءَہُ الْحَقُّ۔ (صحیح بخاری جلد 1 ص 3)

آنحضرت کو خلوت پر بہت پسند تھی۔ آپ غار حرا میں کئی کئی راتوں تک بغرض عبادت اختیار فرماتے اور اس عرصہ کے لئے کھانا گھر سے لے جاتے ۔ جب وہ کھانا ختم ہو جاتا۔ واپس آکر پھر توشہ لے جاتے۔ آپ اسی طرح کیا کرتے یہاں تک کہ آپ پر حق کھل گیا اور وحی لے کر فرشتہ آپ کے پاس حاضر ہو گیا

ایک غیر مسلم مصنف پرکاش دیوجی لکھتے ہیں۔

’’محمدؐ صاحب کا دل اپنے ملک کو تاریکی اور جہالت میں ڈوبا ہوا دیکھ کر بے انتہا کُڑھتا اور دُکھتا تھا۔ وہ بت پرستی کو دیکھ کر بہت گھبراتے تھے۔ عورتوں کا حالِ زار اور معصوم لڑکیوں کو زندہ درگور ہوتے ہوئے دیکھ کر اُن کا جگر پاش پاش ہوتا تھا مگر کچھ کر نہ سکتے تھے۔ ایسے ایسے واقعات سے گھبرا کر وہ اکثر تنہائی میں رہتے اور اُن کے دفیعہ کی تدبیریں سوچتے رہتے تھے۔ اُن کا معمول تھا کہ ہر سال رمضان کا مہینہ غار حرا میں رہ کر خدا کی یاد میں بسر کرتے اور جو کوئی بھولا بھٹکا مسافر ادھر جا نکلتا اُس کی رہنمائی اور دستگیری کرتے۔ خدا سے ہمیشہ یہ دُعا مانگتے کہ کسی طرح اُن کا ملک چاہِ جہالت سے نکلے۔ اور خدا کی بارگاہ میں سربسجود روتے۔ آخر کار جو ندہ یابندہ الہام الٰہی کا چشمہ اُن کے دل میں پھوٹا اور نورِ خداوندی کا چمکارا چمکا۔

(سوانح عمری حضرت محمدؐ صاحب ص 28)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی واقعۂ ایمان پرور کا بدیں الفاظ ذکر فرمایا ہے۔؎

اندراں وقتیکہ دُنیا پُر ز شرک و کفر بُود
ہیچ کس را خوں نہ شد دل جز دلِ آں شہریار
کس چہ میداند کز ازاں نالہ ہا باشد خبر
کاں شفیعے کرد از بہر جہاں در کنجِ غار
من نمیدانم چہ دَردے بود و اندوہ و غمے
کاندراں غارے در آوردش حزین و دِلفگار
نے ز تاریکی توحّش نے ز تنہائی ہراس
نے ز مُردن غم نہ خوفِ کژدم و نے بیمِ مار

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نوعِ انسان کا بہترین خیرخواہ ہونے کے لئے یہ واقعہ زبردست دلیل ہے۔ خود باری تعالیٰ فرماتا ہے لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ کہ تُو ان کے کفرو شرک کے غم میں اپنی جان کو ہلکان کر رہا ہے۔ نسل انسان کا سب سے بڑا غمخوار غار حرا میں ظلمت و بت پرستی کے خلاف آہ و پکار بلند کرتا ہے۔ اس حقیقی گریہ و بکا کی عرش تک رسائی ہوجاتی ہے اور اُسے گوہر مقصود حاصل ہوجاتا ہے۔ آپ غار حرا سے آتے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ کا ضیاء فگن کلام آپؐ کے ساتھ ہوتا ہے۔؎

وہ غارِ حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

اس منور کلام نے عالم کو بقعۂ نور بنا دیا اور ہر سعید فطرت انسان کے لئے گوناگوں روحانی دلچسپیوں کا موقع فراہم کر دیا۔

اس جگہ یہ ذکر کرنا بے جانہ ہوگا کہ آسمانی نوشتوں میں قدیم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو فاران کے پہاڑ سے قرار دیا گیا ہے۔ لکھا ہے۔

’’خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے اُن پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدّوسیوں کے ساتھ آیا۔‘‘ (استثناء 33/2)

اُوپر کی آیت میں آنحضرت ﷺ کی جلوہ گری کو الٰہی تجلّی قرار دیا ہے۔ جس سے آنحضرت ﷺ کی کمال پاکیزہ زندگی پر دلالت کرانا مقصود ہے۔ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ سرور کائنات روز اول سے ہی شیطانی تصرف سے پاک تھے۔ غار حرا میں آپ کے سامنے طبیعت ملکیہ کی مناسبت کی وجہ سے فرشتہ ہی آیا۔ شیطان کو گمراہ کرنے کے لئے سامنے آنے کی بھی جرأت نہ ہوئی۔ مگر مسیحؑ جیسا اُولوالعزم نبی چالیس روز تک متواتر شیطان کا تختۂ مشق بنا رہا۔ لوقا کی انجیل میں لکھا ہے۔

’’یسوع روح القدس سے بھرا ہوا یردن سے لوٹا اور چالیس دن تک روح کی ہدایت سے بیابان میں پھرتا رہا اور ابلیس اُسے آزماتا رہا......... جب ابلیس تمام آزمائش کر چکا تو کچھ عرصے کے لئے اُس سے جدا ہوا۔‘‘

(باب 4 آیت 1-12)

اس اقتباس سے حضرت مسیحؑ کی قوت قدسیہ عیسائی مسلمات کی رُو سے ظاہر ہے کہ غارِ حرا کا خلوت پسند نہ صرف خود شیطانی وساوس سے تاابد محفوظ قرار پایا بلکہ آپ کے مُتّبعین کو بھی شیطان کُش طاقت دی جاتی ہے۔؎

اگر خواہی نجات از مستیٔ نفس
بیا در ذیل مستانِ محمدؐ

غارِ حرا کی خلوت کے اثرات نہ مٹ سکنے والے ہیں۔ دُنیا ان گہرے نقوش کو ناپید نہیں کرسکی اور نہ کرسکتی ہے۔ مگر اس کے علاوہ ایک دوسرے غارِ ثور کو بھی حضور علیہ السلام کی قدم بوسی کا فخر حاصل ہے۔ آنحضرت ﷺ نے جب مشیّت ایزدی کے ماتحت اپنے وطن مالوف سے ہجرت فرمائی تو آپ کو کئی دنوں تک غار ثور میں پناہ گزین ہونا پڑا۔ دُشمن چاروں طرف سے غار کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ خون کے پیاسے درندوں کی مانند یورش کرتے آرہے ہیں۔ آپ کا جانباز رفیق سیدنا ابوبکرؓ آنحضرت ﷺ کی جان کو خطرہ میں پا کر گھبرا جاتا ہے۔ مگر وہ ثبات و استقلال کا پہاڑ نہایت یقین اور اطمینان سے فرماتا ہے لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (توبہ: 41) مت غم کرو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ دُشمن ناکام و نامراد واپس ہوجاتے ہیں اور حضورؐ اپنے آئندہ بننے والے وطن کی طرف باامن وامان روانہ ہوجاتے ہیں۔

یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ نبوت کے مکی و مدنی دور کی ابتداء غاروں کی خلوت سے ہی ہوئی ہے اور حضور کی روحانی و دُنیاوی ترقیات کا آغاز بھی اسی خلوت سے لازم نظر آتا ہے جس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ حضور کی خلوت نہایت پاکیزہ اور عظیم الشان طور پر نتیجہ خیز تھی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَ بَارِکْ وَسَلِّمْ

(ماخوذ از الفضل 31 مئی 1929ء)

☆...☆...☆

مرسلہ: حافظ مظفر احمد

آنحضرت ﷺ کی سیرت وسوانح کے دلکش پہلو

''شمائل نبوی'' میں اپنے آقا و مطاع حضرت محمد ﷺ کے ان پاکیزہ عادات و اطوار کا ایک نقشہ پیش کرنا مقصود ہے جن کے بارہ میں قرآن شریف کی یہ گواہی ہے کہ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ یعنی آپ عظیم الشان اخلاق پر فائز تھے۔ (سورۃ القلم:5) اس آسمانی شہادت سے بہتر آپ کے اخلاق کی تصویر کشی کون کرسکتا ہے؟

رسول اللہؐ کی رفیقۂ حیات حضرت عائشہؓ کی یہ شہادت ہے کہ اللہ کی رضا کے تابع آپ کے سب کام ہوتے تھے اور جس کام سے خدا ناراض ہو، آپؐ اس سے دور رہتے تھے۔

(نوادرالاصول فی احادیث الرسول حکیم ترمذی جلد ۴ ص ۲۱۵ دارالجیل بیروت)

حضرت یزیدؓ بن بابنوس بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت عائشہؓ سے عرض کیا اے ام المومنین! رسول اللہؐ کے اخلاق کیسے تھے؟ انہوں نے فرمایا رسول اللہؐ کے اخلاق قرآن تھے۔ پھر فرمانے لگیں تمہیں سورۃ المومنون یاد ہے تو سناؤ۔ حضرت یزیدؓ نے اس سورت کی پہلی دس آیات کی تلاوت کی جو قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ سے شروع ہوتی ہیں اور جن میں یہ ذکر ہے کہ وہ مومن کامیاب ہوگئے جو اپنی نمازوں میں عاجزی اختیار کرتے ہیں۔ وہ لغو چیزوں سے پرہیز کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ وہ اپنے تمام سوراخوں کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں کے یا جن کے مالک ان کے داہنے ہاتھ ہوئے کہ ان پر کوئی ملامت نہیں اور جو اس کے علاوہ چاہے وہ لوگ زیادتی کرنے والے ہیں اور وہ جو اپنی امانتوں اور عہدوں کا خیال رکھتے ہیں۔ وہ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے ان آیات کی تلاوت سن کر فرمایا کہ یہ تھے رسول اللہؐ کے اخلاق فاضلہ۔

(مستدرک حاکم جلد ۲ ص ۴۲۶ و مسلم (۷) کتاب الصلاۃ المسافر باب ۱۸)

الغرض حضرت عائشہؓ کی چشم دید شہادت کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریمؐ کے اخلاق قرآن تھے جس کا یہ مطلب ہے کہ اوّل۔ قرآن شریف میں بیان فرمودہ تمام اخلاق اور مومنوں کی جملہ صفات کی تصویر آنحضرت ﷺ کی ذات تھی۔ چنانچہ قرآن کی اخلاقی تعلیم پر عمل کر کے آپؐ نے ایسا حسین عملی نمونہ پیش کیا جسے قرآن کریم نے اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے۔ (سورۃ الاحزاب:22)

دوم۔ قرآن نے جو حکم دیئے وہ سب آپؐ نے پورے کر دکھائے۔ گویا آپؐ چلتے پھرتے مجسم قرآن تھے۔

قرآن شریف میں رسول کریمؐ کی شخصیت، آپؐ کے لباس، حقوق العباد کی نازک ذمہ داریوں، بے پناہ روز مرہ مصروفیات، انقطاع الی اللہ، عبادات، ذکر الٰہی، تبلیغ اور پاکیزہ اخلاق، سچائی، راستبازی، استقامت، رأفت و رحمت، عفو وکرم وغیرہ کے واضح اشارے ملتے ہیں اور احادیث نبویہ میں ان اخلاق فاضلہ کی تفاصیل موجود ہیں۔

رسول کریم ﷺ کی پُرکشش شخصیت کا عکس آپؐ کے خوبصورت اور پُرکشش چہرہ سے خوب نمایاں تھا، جس کے ہزاروں فدائی اور عاشق پیدا ہوئے۔ بلاشبہ آپؐ کا بھرا بھرا، کھلتے ہوئے سفید رنگ کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہوتا تھا، شرافت وعظمت کا نور اس پر برستا تھا اور بشاشت و مسکراہٹ اس پاکیزہ چہرہ کی رونق تھی۔ آپؐ کا سر بڑا تھا اور بال گھنے۔ ریش مبارک گھنی تھی، ناک تلی کھڑی ہوئی، کالی خوبصورت آنکھیں اور رخسار نرم و ملائم تھے۔ دہانہ کشادہ، دانت فاصلے دار اور سفید موتیوں کی طرح چمکدار تھے۔ گردن لمبی، سینہ فراخ، بدن چھریرا اور پیٹ سینہ کے برابر تھا۔ قد درمیانہ اور متناسب تھا۔ پُشت مبارک پر کندھوں کے درمیان کبوتری کے انڈے کے برابر سُرخ رنگ کا گوشت کا ایک ٹکڑا اُبھرا ہوا تھا جو مہر نبوت سے موسوم ہے اور جس کا ذکر قدیم نوشتوں میں رسول اللہؐ کی شناخت کی ایک جسمانی نشانی کے طور پر موجود ہے۔ (شمائل الترمذی باب ماجاء فی خلق رسول اللہؐ)

روزمرہ معمولات

کہتے ہیں کسریٰ شاہ ایران نے اپنے ایام کی تقسیم اس طرح کر رکھی تھی کہ جس دن باد بہار چلے وہ سونے اور آرام کے لئے مقرر ہوتا تھا، ابر آلود موسم شکار کیلئے مختص تھا، برسات کے دن رنگ و طرب اور شراب کی محفلیں سجتی تھیں۔ جب مطلع صاف اور دن روشن ہوتا تو دربار شاہی لگایا جاتا اور عوام و خواص کو اذن باریابی ہوتا۔ تو یہ ان اہل دنیا کا حال ہے جو آخرت سے غافل ہیں۔

ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ہر حال میں عسر ہو یا یُسر اپنے دن کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہوا تھا۔ دن کا ایک حصہ عبادت الٰہی کیلئے، ایک حصہ اہل خانہ کے لئے اور ایک حصہ اپنی ذاتی ضروریات کیلئے مقرر تھا۔ پھر اپنی ذات کیلئے مقرر وقت میں سے بھی ایک بڑا حصہ بنی نوع انسان کی خدمت میں صرف ہوتا تھا۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ للقاضی عیاض جلد ۱ ص ۱۳۶ دارالکتاب العربی)

دعویٰ نبوت کے بعد رسول کریم ﷺ کی 23 سالہ زندگی میں سے 13 سالہ مکی دور نزول قرآن، تبلیغی جدوجہد، اسلام قبول کرنے والوں کی تعلیم و تربیت اور ابتلاء و مصائب کا ایک ہنگامی دور تھا۔ اس کے دور معمولات کی تفصیلات اس طرح نہیں ملتیں جس طرح دس سالہ مدنی دور کے معمولات روز و شب کی تفاصیل احادیث میں ملتی ہیں اور جن سے مکی دور کی بھرپور مصروفیات کا ایک اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

احادیث کے مطابق آپؐ روزانہ اپنی مصروفیات کا آغاز نماز تہجد سے فرماتے تھے۔ نماز سے قبل وضو کرتے ہوئے مسواک استعمال فرماتے اور منہ اچھی طرح صاف کرتے۔ نہایت خوبصورت اور لمبی نماز تہجد ادا کرتے جس میں قرآن شریف کی لمبی تلاوت کرتے، اتنی لمبی کہ زیادہ دیر کھڑے رہنے سے پاؤں پر ورم ہوجاتے۔ نماز کے بعد آپ کچھ دیر لیٹ جاتے۔ اگر آپؐ کے گھر والوں میں سے کوئی جاگ رہا ہوتا تو اس سے بات کر لیتے ورنہ آرام فرماتے۔ پھر جونہی نماز کے لئے حضرت بلالؓ کی آواز کان میں پڑتی فوراً نہایت مستعدی سے اُٹھتے اور دو مختصر رکعت سنت ادا کر کے نماز فجر پڑھانے مسجد نبوی میں تشریف لے جاتے۔ کبھی نماز تہجّد بیماری وغیرہ کے باعث رہ جاتی تو (بخاری (۲۵) کتاب التہجد باب ۱۵،۹،۸،۶،۳) (کیونکہ وہ ایک اضافی جملہ ہے وضاحت کے لئے۔ اس کے علاوہ بقیہ صفحات پر حوالہ جات بھی اپنی باتوں کی تائید میں insert کئے گئے ہیں۔ بعض مضمون نگاروں کا یہ اسلوب ہوتا ہے اور خاص طور پر کیونکہ یہ حضور کی طرف منسوب باتیں ہیں اس لئے فوری اپنی تائید میں ساتھ ہی حوالہ بھی دے دیا ہوا ہے۔) نماز فجر کے بعد سے طلوع آفتاب تک صحابہؓ کے درمیان تشریف فرما ہوتے۔ ذکرِ الٰہی سے فارغ ہوکر صحابہؓ سے احوال پرسی فرماتے، زمانہ جاہلیت کی باتیں بھی ہوتیں۔ آپؐ پوچھتے کہ اگر کسی کو کوئی خواب آئی ہو تو سنائے۔ اچھی خواب پسند فرماتے اور اس کی تعبیر بیان کرتے۔ کبھی اپنی کوئی خواب بھی سنا دیتے۔

(بخاری (۹۵) کتاب التعبیر الرؤیاء باب ۴۸۔ مسلم (۶) کتاب المساجد باب ۱۹)

رسول کریمؐ صبح ہی اپنے دن کا پروگرام مرتب فرمالیتے۔ اگر کسی صحابی کو تین دن سے زیادہ غیر حاضر پاتے اس کے بارہ میں پوچھتے اگر وہ سفر پر ہوتا تو اس کے لئے دعا کرتے۔ شہر میں ہوتا تو اس کی ملاقات کو جاتے۔ بیمار ہوتا تو اس کی عیادت کو تشریف لے جاتے۔

(کنزالعمال جلد ۷ ص ۱۵۳)

رسول کریمؐ کی مجالس صحابہؓ سے ملاقات اور تعلیم و تربیت کا بھی ایک نہایت عمدہ موقع ہوتی تھیں۔ صبح صبح مدینہ کے بچے حصول تبرک کے لئے برتنوں میں پانی وغیرہ لے کر آجاتے تھے۔ آپؐ برتن میں انگلیاں ڈال کر تبرک عطا فرماتے۔

(مسلم (۴۴) کتاب الفضائل باب ۱۹)

قومی کاموں سے فارغ ہوکر آپؐ گھر تشریف لے جاتے۔ اہل خانہ سے پوچھتے کہ کچھ کھانے کو ہے۔ مل جاتا تو کھا لیتے اور اگر کچھ موجود نہ ہوتا تو فرماتے اچھا آج ہم روزہ ہی رکھ لیتے ہیں۔

(ترمذی (۶) کتاب الصوم باب ۳۵)

بادشاہ اور بڑے لوگ اپنے کام وزراء اور دوسروں کے سپرد کر کے خود عیش وعشرت سے زندگی گزارتے ہیں مگر بادشاہ ہر دوسرا ہمارے نبی ﷺ پنجوقتہ نمازیں، جمعہ، عید وغیرہ خود پڑھاتے تھے۔ پھر گھر میں جو وقت گزرتا کام کاج میں اہل خانہ کی مدد فرماتے۔ ہاتھ سے کام کرنا عار نہ سمجھتے۔ عام آدمی کی طرح گھر میں کام کرتے، کپڑے خود سی لیتے، پیوند بھی لگائے، ضرورت پر جوتا بھی ٹانک لیا، جھاڑو بھی دیا، حسب ضرورت جانوروں کو باندھ دیتے اور چارہ بھی ڈال دیتے، دودھ دوہ لیا کرتے۔ خادم تھک جاتے تو ان کی مدد فرماتے۔ بیت المال کے جانوروں کو نشان لگانے کی خاطر خود داغ دیتے۔

(مسلم (۳۸) کتاب اللباس باب ۳۰، مسند احمد جلد ۶ ص ۱۲۱، اسد الغابہ جلد ۱ ص ۱۷)

آپؐ اپنے ہمسایوں کا بہت خیال رکھتے، ان کی بکریوں کا دودھ اُن کو دوہ کر دیتے۔

(مسند احمد جلد 5 ص 18، 111)

رسول کریمؐ کی ایک بہت اہم اور نازک ذمہ داری نزول قرآن اور اس کی حفاظت کی تھی۔ اس کے لئے اپنے اوقات کا بڑا حصہ آپؐ کو وقف کرنا پڑتا تھا۔ گھر یا مجلس میں جہاں اور جب بھی وحی الٰہی کا نزول ہوتا اس کے بوجھ سے ایک خاص کیفیت آپؐ پر طاری

ہوتی۔جسم پسینہ سے شرابور ہوجاتا جس کے فوراً بعد کاتب کو بلوا کر وحی الٰہی لکھوالیتے۔

(بخاری (1) بدء الوحی باب 1)

وحی قرآن کے یاد رکھنے اور نمازوں میں تلاوت کے لئے گھر پر اس کا اعادہ اور غور و تدبّر ایک الگ محنت طلب کام تھا۔

ذکر الٰہی و دعا

نبی کریمؐ ہر کام اللہ کا نام لے کر شروع کرتے، فرماتے تھے کہ اس کے بغیر کام بے برکت ہوتے ہیں۔(مجمع الزوائد لھیثمی جلد1 ص526، جلد3 ص536) آپؐ فراغت و مصروفیت ہر حال میں اللہ کو یاد رکھتے تھے۔ الغرض آپؐ 'دست درکار و دل بایار' کے حقیقی مصداق تھے۔

ہر موقع اور محل کے لئے آپؐ سے دعائیں ثابت ہیں۔ صبح اٹھتے ہوئے خیر و برکت کی دعا مانگتے تو شام کو انجام بخیر کی۔ گھر سے جاتے اور آتے ہوئے، مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے ہوئے، کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں، بیت الخلاء جاتے آتے، بازار جاتے ہوئے، سفر پر روانہ ہوتے ہوئے، سوتے اور جاگتے وقت ہر حال میں خدا کی طرف رجوع کرتے اور اسے سہارا بناکر دعا کرتے۔مجلس میں بیٹھ 70مرتبہ استغفار فرماتے تھے۔

(بخاری (83) کتاب الدعوات باب 52، 15، 12، 14)

دعاؤں میں زیادہ الحاح اور تضرّع کے وقت یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ کی صفات الٰہیہ (یعنی اے زندہ اے قائم رکھنے والے) پڑھ کر دعا کرتے۔مصیبت کے وقت آسمان کی طرف سر اٹھا کر سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمُ پڑھتے۔یعنی پاک ہے اللہ بڑی عظمت والا۔مجلس میں چھینک آنے پر دھیمی آواز میں الحمد للہ کہتے اور کسی دوسرے کو چھینک آنے پر یَرْحَمُکَ اللّٰہُ کی دعا دیتے کہ اللہ تم پر رحم کرے۔

(بخاری (81) کتاب الادب باب 126)

صحابہؓ سے عام ملاقاتیں، وعظ و نصیحت اور سوال و جواب کی مجالس کے پروگرام نمازوں کے اوقات میں ہوجاتے تھے۔اکثر اپنے اصحاب خصوصاً انصار کے گھروں میں تشریف لے جاتے۔(مسند احمد جلد6 ص30) حضرت ابوطلحہ انصاریؓ کے گھر بھی تشریف لے گئے، کبھی ان کے باغ میں جاکر وقت گزارتے۔

(بخاری (68) التفسیر سورۃ آل عمران باب 63، (30) کتاب الزکاۃ باب 43)

نماز عصر کے بعد باری باری سب ازواج مطہرات کے گھر جایا کرتے تھے۔ (مسند احمد جلد6 ص59) یہ گھر ایک حویلی میں مختلف کمروں کی صورت میں پاس پاس ہی تھے۔مغرب کے بعد سب بیویاں اس گھر میں جمع ہوجاتیں جہاں حضورؐ کی باری ہوتی وہاں ان کے ساتھ مجلس فرماتے۔ظہر کے بعد گھر میں حسب حالات کچھ قیلولہ فرمالیتے اور فرمایا کرتے کہ قیلولہ کے ذریعے رات کی عبادت کیلئے مدد حاصل کیا کرو۔

(المعجم الکبیر للطبرانی جلد11 ص245)

عشاء سے قبل سونا آپؐ کو پسند نہ تھا تا کہ نماز عشاء نہ رہ جائے اور عشاء کے بعد بلاوجہ زیادہ دیر تک فضول باتیں اور گپ شپ پسند نہ فرماتے تھے۔ البتہ بعض اہم دینی کاموں کیلئے آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ سے عشاء کے بعد بھی مشورے فرمائے۔(مسند احمد جلد1 ص26)

دن کے کاموں کا اختتام نماز عشاء سے پہلے پہلے کر کے عشاء کے بعد آرام کرنا پسند کرتے تا کہ تہجد کیلئے بروقت بیدار ہوسکیں۔

(بخاری (13 کتاب مواقیت الصلوۃ باب 39)

پھر آدھی رات کے قریب جب آنکھ کھلتی اپنے مولیٰ سے راز و نیاز میں محو ہوجاتے۔ آپؐ نے رات کے ہر حصہ میں نماز تہجّد ادا کی ہے۔مگر اکثر رات کی آخری تہائی میں عبادت کرتے تھے۔

(بخاری (۲۵) کتاب التہجد باب ۱۵، ۱۴)

خوراک و غذا

نبی کریمؐ کھانے سے پہلے اور بعد میں بھی ہاتھ دھونے کی ہدایت فرماتے تھے۔(مجمع الزوائد لھیثمی جلد5 ص21) نیز اللہ کا نام لے کر اپنے سامنے سے اور دائیں ہاتھ سے کھانے کی تلقین فرماتے۔(بخاری (73) کتاب الاطعمہ باب 1) آپؐ کی خوراک نہایت سادہ تھی۔ بسا اوقات رات کے کھانے کی بجائے دودھ پر ہی گزارا ہوتا تھا۔ (بخاری (77) کتاب الاشربۃ باب 11) مشروب پیتے ہوئے تین مرتبہ سانس لیتے اور اللہ کے نام سے شروع کرتے اور اس کی حمد پر ختم کرتے۔

(مجمع الزوائد لھیثمی جلد5 ص129، 102)

جَو یا گندم کے ان چھنے آٹے کی روٹی استعمال کرتے تھے کیونکہ اس زمانہ میں چھلنیاں نہیں ہوتی تھیں۔یوں تو حضورؐ کو دستی کا گوشت پسند تھا مگر جو میسّر آتا کھا کر حمد و شکر بجالاتے۔سبزیوں میں کدّو پسند تھا۔سرکہ کے ساتھ بھی روٹی کھائی اور فرمایا یہ "بھی کتنا اچھا سالن ہوتا ہے۔"

(بخاری (۷۰) کتاب الاطعمہ باب ۳۲، ۲۵)

عربی کھانا ثَرید (جس میں گندم کے ساتھ گوشت ملا ہوتا ہے) مرغوب تھا۔ اسی نوع کا ایک اور کھانا ہریسہ بھی استعمال فرمایا۔ستگرہ کھجور کے ساتھ ملا کر کھانے کا لطف بھی اٹھایا۔اللہ کی ہر نعمت کے بعد اس کا شکر ادا کرتے۔

(بخاری (۷۰) کتاب الاطعمۃ باب ۴۲، مجمع الزوائد جلد۵ ص۳۷)

پھلوں میں تربوز بہت پسند تھا دائیں ہاتھ سے کھجور اور بائیں سے تربوز لے کر کھاتے اور فرماتے ہم کھجور کی گرمی کا علاج تربوز کی ٹھنڈک سے کرتے ہیں۔

(مستدرک حاکم جلد4 ص134)

میٹھے میں شہد کے علاوہ حلوہ اور کھیر پسند تھی۔(مسند احمد جلد6 ص59)

آپؐ ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتے تھے۔سخت گرم کھانا کھانے سے پرہیز کرتے تھے۔

(مستدرک حاکم جلد4 ص132)

طہارت و صفائی

ارشاد ربّانی ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاکیزگی رکھنے والوں کو پسند کرتا ہے ۔ (سورۃ البقرۃ:223)یہی وجہ ہے کہ رسول کریمؐ نے باطنی طہارت کیلئے ظاہری طہارت کو ضروری قرار دیا اور اس کے تفصیلی آداب سکھائے۔ دن میں پانچ مرتبہ ہر نماز سے پہلے وضو کا حکم دیا۔جسم کی صفائی کیلئے ہفتہ میں کم از کم دو مرتبہ نہانے کی ہدایت فرماتے۔ کم از کم ایک صاع (یعنی قریباً تین لٹر) پانی سے نہالیتے تھے۔غسل کی عادت زیادہ تھی۔ (ترمذی (1) کتاب الطہارۃ باب 44) آنکھوں کی حفاظت کے لئے رات کو آپؐ سرمہ لگاتے تھے۔

(شمائل الترمذی باب ماجاء فی کحل رسول اللہؐ)

دانتوں کی صفائی پر بہت زور دیتے، فرماتے تھے۔"اگر اُمت کی تکلیف کا خیال نہ ہوتا تو ہر نماز کے ساتھ (دن میں پانچ مرتبہ) مسواک کا حکم دیتا۔" اپنا یہ حال تھا کہ گھر میں داخل ہوتے تو سب سے پہلے مسواک فرماتے۔مسواک دانتوں کے آڑے رُخ یعنی نیچے سے اوپر کرتے تھے۔ تا کہ درزیں خوب صاف ہوں۔ (مسلم (3) کتاب الطہارۃ باب 15) بوقت وفات بھی مسواک دیکھ کر اس کی خواہش کی تو (بخاری (67) کتاب المغازی باب 78)

آپؐ عمدہ خوشبو پسند کرتے تھے۔ اپنی مخصوص خوشبو سے پہچانے جاتے تھے۔حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ کے پسینے سے جو خوشبو آتی تھی وہ مشک سے بھی بڑھ کر ہوتی تھی۔ (سنن الدارمی جلد1 ص31)

سر کے بال کانوں کی لَو سے بڑھ کر کندھوں پر آجاتے تو کٹوا دیتے۔ داڑھی حسب ضرورت لمبے اور چوڑے رخ سے ترشواتے تھے۔ جو مشت بھر رہتی تھی۔ بالوں پر مہندی لگاتے تھے۔

(شمائل الترمذی باب ماجاء فی خلق رسول اللہؐ)

لباس

قرآنی ارشاد کے مطابق لباس میں پردہ اور زینت کی بنیادی شرائط ملحوظ خاطر رکھتے تھے۔عام طور پر ایک تہبند اور ایک اوڑھنے کی چادر عربوں کا لباس تھا جو آپؐ نے بھی پہنا مگر سلا ہوا لمبی آستین والا کُرتہ زیادہ پسند تھا۔ بغیر آستین بھی پہنا۔ (ابن ماجہ (32) کتاب اللباس باب 1) سادہ موٹے کپڑے استعمال فرماتے ۔ آپؐ جبہ، پاجامہ اور سردی میں تنگ آستین والی روئی بھری صدری بھی استعمال فرماتے تھے۔حسب موقع وضو کے بعد پونچھنے کیلئے تولیہ بھی استعمال فرماتے۔

آپؐ نے ٹوپی بھی استعمال فرمائی۔ جمعہ کے روز کلاہ کے اوپر پگڑی پہنتے۔جمعہ عیدین اور وفود کی آمد پر عمدہ کپڑے اور خاص طور پر ایک سرخ قبا زیب تن فرماتے۔ ایک چاند رات میں سرخ قبا پہنی ہوئی تھی۔ دیکھنے والے بیان کرتے ہیں کہ اس رات آپؐ چاند سے زیادہ خوبصورت لگ رہے تھے۔سفید کپڑے زیادہ پسند تھے۔مگر سرخ، سبز اور زعفرانی رنگ بھی استعمال فرمائے۔ نیا کپڑا پہننے پر دو رکعت نماز ادا فرماتے اور پرانا کپڑا کسی ضرورت مند کو دے دیتے تھے۔ چمڑے کے موزے استعمال فرماتے اور بوقت وضو ان پر مسح فرماتے۔چمڑے کے کھلے جوتے دو تسمے والے (ہوائی چپل، سلیپر نما) استعمال فرماتے۔ (ترمذی (25) کتاب اللباس باب 33، 45، 4)

آپؐ کی چاندی کی انگشتری پر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کندہ تھا جو خطوط پر مہر لگوانے کے لئے بنوائی تھی۔ ایک عرصہ تک یہ انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنتے رہے پھر بائیں ہاتھ میں بھی پہنی۔ بیت الخلاء جاتے تو یہ انگوٹھی اتار دیتے۔وضو کرتے وقت اسے حرکت دے کر انگلی کو دھوتے۔ہاتھ میں بالعموم کھجور کی شاخ کی چھڑی رکھتے تھے۔

(بخاری (3) کتاب العلم باب 7، مسلم (53) کتاب صفۃ القیامۃ والجنۃ باب 5، ترمذی (25) کتاب اللباس باب 16، کنزالعمال جلد7 ص125 و جلد9 ص515)

جنگ میں آپؐ نے خود اور زرہ بھی پہنی ہے۔غزوۂ احد میں تو دو زرہیں پہن رکھی تھیں۔ایک زرہ کی کڑیاں ٹوٹ کر رخسار مبارک میں دھنس گئی تھیں۔ (بخاری (٦٤) کتاب المغازی باب ۲۲)

چال ڈھال اور گفتگو

نبی کریمؐ چال ڈھال میں نہایت پُر وقار انسان تھے۔ چال ایسی سبک تھی جیسے ڈھلوان سے اتر رہے ہوں۔حضرت ابوھریرہؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہؐ سے زیادہ تیز رفتار کوئی نہیں دیکھا ایسے لگتا تھا کہ زمین آپؐ کے لئے لپٹتی جارہی ہے۔ ہم ساتھ چل کر تھک جاتے مگر حضورؐ پر تھکاوٹ کا کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔آپؐ گردن اکڑا کر نہ چلتے بلکہ نظریں نیچی رکھتے تھے۔

(شمائل ترمذی باب ماجاء فی مشیۃ رسول اللہؐ)

حضرت علیؓ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریمؐ آگے کو جھک کر چلتے تھے یوں لگتا تھا جیسے گھاٹی سے اتر رہے ہوں، مَیں نے آپؐ سے پہلے اور آپؐ کے بعد ایسی رفتار والا شخص نہیں دیکھا۔

(ترمذی (۵۰) کتاب المناقب باب ۸)

حضرت حسن بن علیؓ اپنے ماموں ھندؓ بن ابی ھالہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ لمبے لمبے اور تیز قدم اُٹھاتے تھے۔نظریں نیچی رکھتے تھے مگر جب دیکھتے تو نظر بھر کر پوری توجہ فرماتے، چلتے ہوئے اپنے صحابہ سے آگے نکل جاتے تھے، اور جو بھی راستہ میں ملتا اسے سلام کرنے میں پہل فرماتے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد۱ص۴۲۲)

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریمؐ چلتے ہوئے اِدھر اُدھر توجہ نہیں فرماتے تھے۔بسااوقات آپؐ کی چادر کسی درخت یا کانٹوں وغیرہ سے الجھ جاتی تو بھی توجہ نہ فرماتے اور صحابہ اس وجہ سے بعض دفعہ بے تکلفی سے باتیں کرتے ہوئے ہنستے اور سمجھتے تھے کہ حضورؐ کا دھیان ادھر نہیں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد۱ص۳۷۹)

حسب ارشاد باری کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے آپؐ کو نرم کر دیا۔ (سورۃ آل عمران:107) آپؐ کی گفتگو میں تلخی تھی نہ تیزی ٹھہر ٹھہر کر اور سمجھا کر وضاحت اور نرمی سے آپؐ اس طرح کلام فرماتے کہ بات ذہن نشین ہوجاتی۔تین دفعہ بات دہراتے تھے۔

(مسند احمد ۳ص ۲۱۳ وبخاری کتاب العلم)

کوئی بھی عزم کرلینے کے بعد آپؐ خدا پر کامل بھروسہ رکھتے۔جب آپؐ تین دفعہ کوئی بات کہہ دیتے تو اسے کوئی ٹال نہیں سکتا تھا۔ (مسند احمد جلد 3 ص 423) لیکن آپؐ کبھی صحابہ کی طاقت سے زیادہ ان کو حکم نہ دیتے تھے۔

(مسند احمد ۶ص۵۶)

آنحضورؐ بغیر ضرورت کے گفتگو نہ فرماتے تھے اور جب بولتے تھے تو فصاحت و بلاغت سے بھر پور نہایت بامعنی کلام فرماتے۔خود بات شروع کرتے اور اسے انتہا تک پہنچاتے۔آپؐ کی گفتگو فضول باتوں اور ہر قسم کے نقص سے مبرا اور بہت واضح ہوتی تھی۔اپنے ساتھیوں سے تلخ گفتگو نہیں کرتے تھے۔نہ ہی انہیں باتوں سے رسوا کرتے تھے۔معمولی سے معمولی احسان کا ذکر بھی تعظیم سے کرتے اور کسی کی مذمت نہ کرتے۔کسی پر محض دنیوی بات کی وجہ سے ناراض نہ ہوتے البتہ جب کوئی حق سے تجاوز کرتا تو پھر آپؐ کے غصہ کو کوئی نہ روک سکتا تھا اور ایسی بات پر آپؐ سزا ضرور دیتے تھے مگر محض اپنی ذات کی خاطر غصے ہوتے تھے نہ انتقام لیتے تھے۔غصے میں منہ پھیر لیتے تھے۔خوش ہوتے تو آنکھیں نیچی کر لیتے۔مسکراتے تو سفید دانت اس طرح آبدار ہوتے جیسے بادل سے گرنے والے اولے۔

(الشفاء للقاضی عیاض جلد۱ص۱۲۰،طبقات ابن سعد جلد۱ص۴۲۲)

حضرت جابرؓ کی روایت کے مطابق رسول کریمؐ کی گفتگو میں بھی ایک ترتیب اور حُسن ہوتا تھا۔

(ابوداؤد (۴۲) کتاب الادب باب ۲۱)

امّ معبد کی روایت کے مطابق رسول اللہؐ شیریں بیان تھے۔آپؐ کی گفتگو کے وقت ایسے لگتا تھا جیسے کسی مالا کے موتی گر رہے ہوں۔

(مستدرک حاکم جلد۳ ص۱۰)

حضرت عائشہؓ کی ایک اور روایت ہے کہ رسول کریمؐ کو جھوٹ سے زیادہ ناپسند اور قابل نفرین اور کوئی بات نہیں تھی۔اور جب آپؐ کو کسی شخص کی اس کمزوری کا علم ہوتا تو آپؐ اس وقت تک اس سے کھچے کھچے رہتے تھے جب تک کہ آپؐ کو معلوم نہ ہو جائے کہ اس شخص نے اس عادت سے توبہ کرلی ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد۱ص۳۷۸)

زیادہ تر آپؐ کی ہنسی مسکراہٹ کی حد تک ہوتی تھی۔مسکرانا تو آپؐ کی عادت تھی۔صحابہ کہتے ہیں ’’ہم نے حضور سے زیادہ مسکرانے والا کوئی نہیں دیکھا۔خوش ہوتے تو آپؐ کا چہرہ تمتما اُٹھتا تھا۔‘‘

(مسند احمد جلد۴ص۳۵۸)

آپؐ کی گفتگو خشک نہ تھی۔ بلکہ ہمیشہ شگفتہ مزاح فرماتے تھے۔مگر مذاق میں بھی کبھی دامن صدق نہ چھوٹا۔فرماتے ’’میرے منہ سے صرف حق بات ہی نکلتی ہے۔‘‘

(المعجم الکبیر لطبرانی جلد۱۲ص۳۹۱)

ایک صحابی نے ایک دفعہ سواری کیلئے آپؐ سے اونٹ مانگا۔ رسول کریمؐ نے فرمایا میں تجھے اونٹ کا بچہ دے سکتا ہوں۔ وہ سراسیمہ ہوکر بولے حضورؐ اونٹنی کا بچہ لے کر میں کیا کروں گا؟ مجھے تو سواری چاہئے فرمایا ’’بھئی! اونٹ بھی تو اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔‘‘

(شمائل الترمذی باب ماجاء فی مزاح رسول اللہؐ)

صحابہ کو وعظ و نصیحت کرنے میں ناغہ کرتے تا کہ وہ اکتا نہ جائیں۔آپؐ کی تقریر نہایت فصیح و بلیغ دلکش اور جوش سے بھری ہوئی ہوتی تھی۔بعض دفعہ خطبہ میں یہ جوش و جلال بھی دیکھا گیا کہ آنکھیں سرخ ہیں اور آواز بلند۔ جیسے کسی حملہ آور لشکر سے ڈرا رہے ہوں جو صبح یا شام حملہ آور ہونے والا ہے۔ایک دفعہ صفات الٰہیہ کے بیان کے وقت منبر آپؐ کے جوش کے باعث لرز رہا تھا۔ (مسلم (8) کتاب الجمعہ باب 14) رسول کریمؐ کے خطبہ و نماز میں میانہ روی اور اعتدال ہوتا تھا۔ (مسلم (8) کتاب الجمعہ باب 14)

حالت جنگ میں آپؐ عجب مجاہدانہ شان کے ساتھ کمان حمائل کئے ایک سپہ سالار کے طور پر صحابہ سے مخاطب ہوتے۔ عام حالات میں جمعہ وغیرہ کے موقع پر عصا ہاتھ میں ہوتا۔ (ابن ماجہ (5) کتاب اقامۃ الصلوۃ باب 85) بعد میں منبر بن گیا تو اس پر خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔

آپؐ جو کہتے تھے وہ کرکے بھی دکھاتے تھے۔گفتگو میں الفاظ کے چناؤ میں بہت احتیاط سے کام لیتے تھے اور الفاظ کے بے محل استعمال کی اصلاح فرما دیتے، عرب میں غلام اپنے آقاؤں کو ’’رب‘‘ کہتے تھے جس کے معنے ہیں پالنے والا۔اور جو حقیقی معنی میں اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔آپؐ نے فرمایا کہ آقا کو سید کہا کرو۔یعنی سردار۔آقا اپنے غلام کو ’’عبد‘‘ کہتے تھے یعنی نوکر۔فرمایا فتٰی کہہ کر مخاطب کرو۔یعنی نوجوان یا بچے تا کہ ان کی عزت نفس قائم رہے۔ (بخاری (54) کتاب العتق باب 17) نبی کریمؐ کو زبان وادب کا عمدہ ذوق تھا۔آپؐ موزوں کلام اور عمدہ شعر پسند فرماتے اور داد دیتے تھے۔حضرت شریدؓ سے روایت ہے کہ میں ایک دن رسول کریمؐ کے ساتھ آپؐ کی سواری کے پیچھے بیٹھا۔آپؐ نے فرمایا تمہیں مشہور شاعر امیہ بن الصلت کے کوئی شعر یاد ہیں؟ میں نے اثبات میں جواب دیا تو آپؐ نے کچھ شعر سنانے کی خواہش کی۔ میں نے ایک شعر سنایا تو فرمایا ’’ہاں اور سناؤ‘‘ پھر ایک شعر سنایا تو فرمایا اور سناؤ۔ یہاں تک کہ میں نے سو شعر سنائے۔ (مسلم (42) کتاب الشعر باب 1) رسول کریمؐ اشعار کی محض ظاہری فصاحت پر خوش نہ ہوتے بلکہ ان کے مضامین کی گہرائی اور لطافت پر نظر ہوتی اور کہیں کوئی بات کھٹکتی تو دریافت فرمالیتے۔

مشہور شاعر نابغہ ابولیلیٰ نے حاضر خدمت ہوکر جب اپنا کلام سنایا اور یہ شعر پڑھا۔

عَلَوْنَا العِبَادَ عِفَّةً وَتَكَرُّمًا

وَاِنَّا لَنَرْجُوا فَوقَ ذٰلِكَ مَظْهَرا

یعنی اسلام قبول کر کے ہم تمام دنیا سے عفت اور عزت میں بلند ہوگئے ہیں اور اس سے بھی بڑھ کر ایک ’’مظہر‘‘ کی اُمید رکھتے ہیں۔ جہاں اللہ تعالیٰ ہماری اور عزت و کرامت ظاہر فرمائے گا۔ رسول کریمؐ نے فوراً پوچھا ’’مظہر‘‘ سے تمہاری کیا مراد ہے؟ نابغہ نے عرض کیا یارسول اللہؐ جنت مراد ہے۔فرمایا ہاں ٹھیک ہے اگر اللہ نے چاہا تو ضرور یہ نعمت بھی عطا ہوگی۔ اور جب نابغہ کلام سنا چکے تو رسول کریمؐ نے فرمایا تم نے بہت خوب کہا اور پھر ان کو دعا بھی دی۔

(مجمع الزوائد لھیثمی جلد۸ ص ۲۳۳)

حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ نبی کریمؐ کبھی شعر وغیرہ بھی گنگناتے تھے تو فرمانے لگیں کہ ہاں! اپنے صحابی شاعر عبداللہؓ بن رواحہ کے شعر گنگناتے تھے۔مثلاً یہ مصرع وَيَاتِيْكَ بِالْاَخْبَارِ مَالَمْ تُزَوِّدِ

کہ تیرے پاس ایسی ایسی خبریں آئیں گی جو پہلے تمہیں میسّر نہیں۔

(ترمذی (۴۴) کتاب الادب باب۷۰)

حضرت جندبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں نبی کریمؐ پیدل جارہے تھے۔ پتھر کی ٹھوکر لگنے سے ایک انگلی زخمی ہوگئی آپؐ نے انگلی کو مخاطب کر کے یہ شعر کہا

هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِيتِ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَالَقِيْتِ

تو ایک انگلی ہی تو ہے جو خون آلود ہوئی اور خدا کی راہ میں ہی تو نے یہ تکلیف اُٹھائی۔

(بخاری (۸۱) کتاب الادب باب۹۰)

آپؐ کو اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت سے جوامع الکلم عطا کئے گئے تھے یعنی مختصر کلام میں ایسے گہرے مضمون بیان فرماتے تھے کہ دریا کو کوزے میں بند کر دیتے تھے۔نہایت لطیف خوبصورت محاورات میں کلام فرماتے تھے۔

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں وفد نہد آیا تو رسول اللہؐ نے ان کی

درخواست پر ان کے حق میں دعا کی اور پھر انہیں ایک معاہدہ لکھ کر دیا کہ جو نماز قائم کرے مومن ہے، جو زکوٰۃ ادا کرے مسلمان ہے جو کلمہ شہادت لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھ لے وہ غافل نہیں لکھا جائے گا وغیرہ۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں اس معاہدہ کی فصیح و بلیغ عبارت دیکھ کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! ہم ایک باپ کے بیٹے۔ ایک شہر کی گلیوں میں پلے بڑھے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ وفود عرب سے آپؐ ایسی زبان میں کلام کرتے ہیں کہ اس کا جواب نہیں۔ فرمایا اللہ نے مجھے ادب سکھایا ہے اور بہت بہترین سکھایا ہے اور میں بنی سعد میں پروان چڑھا ہوں۔

(الشفاء للقاضی عیاض جلد۱ص۷۲)

حضرت بُریدہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ سب لوگوں سے زیادہ فصیح تھے۔ بعض دفعہ رسول کریمؐ ایسا کلام کرتے تھے کہ لوگوں کو اس کے معنی کی سمجھ نہ آتی تھی، یہاں تک کہ آپؐ خود اس کے معنے بیان فرماتے تھے۔

(الوفاء باحوال المصطفیٰ ابن جوزی ص۳۳۲ بیروت)

حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ یہی سوال کیا کہ اے اللہ کے نبیؐ! آپؐ کی زبان ہم سب سے بڑھ کر فصیح و بلیغ ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ رسول کریمؐ نے فرمایا کہ میرے پاس جبریلؑ آئے اور انہوں نے مجھے میرے باپ اسماعیلؑ کی زبان سکھائی۔

(کنزالعمال جلد۷ص۲۱۹)

رسول کریمؐ کو اچھے نام پسند تھے جیسے عبداللہ، عبدالرحمٰن وغیرہ۔ کسی نام کے اچھے معنے نہ ہوتے تو اسے بدل دیتے۔ ایک شخص کا نام حُزن تھا جس کے معنی غم کے ہیں آپؐ نے اس کا نام سہل رکھ دیا جو آسانی کے معنی دیتا ہے۔ ایک عورت کا نام عاصیہ تھا جس میں نافرمانی کا مفہوم ہے اس کا نام جمیلہ رکھ دیا یعنی خوبصورت۔

(بخاری (۸۱) کتاب الادب باب ۱۰۸)

معاشرت

رسول کریمؐ کی معاشرت اپنے اہل خانہ اور صحابہ کرام کے ساتھ رافت و رحمت کی آئینہ دار تھی۔ فرمایا ''تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کیلئے بہتر ہو۔ اور میں تم میں سب سے بڑھ کر اپنے اہل کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا ہوں۔''

(ابن ماجہ (۹) کتاب النکاح باب ۵۰)

گھر میں بے تکلفی سے خوش خوش رہتے۔ کبھی بیویوں کو کہانیاں اور قصے بھی سناتے۔ اہل خانہ سے حد درجہ کی نرمی اور اکرام کا سلوک فرماتے۔

(بخاری (۶۰) کتاب النکاح باب ۸۲)

گھریلو زندگی کا ایک نہایت دلکش اور قابل رشک نظارہ خود حضرت عائشہؓ کی زبانی سنیئے۔ آپؓ بیان فرماتی ہیں کہ میں گھر میں بیٹھی چرخے پر سوت کات رہی تھی اور نبی کریمؐ اپنے جوتے کی مرمت فرما رہے تھے کہ آپؐ کی پیشانی مبارک پر پسینہ آ گیا، پسینہ کے قطرے آپؐ کے پُرنور چہرے پر دمک رہے تھے اور ایک روشنی ان سے پھوٹ رہی تھی۔ میں محو حیرت ہو کر یہ حسین نظارہ دیکھنے میں مگن تھی کہ ناگہاں رسول اللہؐ کی نظر مجھ پر پڑ گئی۔ آپؐ نے میری حالت بھانپ کر فرمایا عائشہؓ! تم اتنی کھوئی کھوئی اور حیران و ششدر کیوں ہو؟ میں نے عرض کیا ابھی جو آپؐ کی پیشانی مبارک پر پسینہ آیا تو اس کے قطرات سے ایک عجب نور پھوٹتے میں نے دیکھا اگر شاعر ابو کبیر ھُذلی آپؐ کو اس حال میں دیکھ لیتا تو اسے ماننا پڑتا کہ اس کے شعر کے مصداق آپؐ ہی ہیں۔ رسول کریمؐ نے فرمایا اچھا! ابو کبیر کے وہ شعر تو سناؤ۔ میں نے شعر سنائے جن میں ایک یہ تھا۔

فَاِذَا نَظَرْتَ اِلیٰ اَسِرَّۃِ وَجْھِہٖ
بَرَقَتْ کَبَرْقِ العَارِضِ المُتَھَلِّلِ

کہ تم میرے محبوب کے روشن چہرے کے خدوخال کو دیکھو تو تمہیں اس کی چمک دمک بادل سے چمکنے والی بجلی کی طرح معلوم ہو۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں یہ شعر سن کر رسول کریمؐ جوش محبت اور فرط مسرت سے اٹھ کھڑے ہوئے اور میری پیشانی کا بوسہ لے کر فرمانے لگے۔ اے عائشہؓ! اللہ آپ کو بہترین جزا عطا فرمائے۔ شاید تم نے مجھے اس حال میں دیکھ کر اتنا لطف نہیں اُٹھایا ہوگا۔ جتنا مزا مجھے آپ سے یہ شعر سن کر آیا ہے۔

(الخصائص الکبریٰ جلد۱ص۱۱۶)

اپنے صحابہؓ کی ضروریات اور جذبات کا بے حد احساس تھا۔ ان کے حالات سے باخبر رہتے مگر کسی کے خلاف یکطرفہ کوئی بات سننا گوارہ نہ کرتے۔ فرماتے تھے کہ اپنے اصحاب کیلئے میرا سینہ صاف رہنے دو۔

(ابوداؤد (۴۲) کتاب الادب باب ۳۳)

صحابہ کو فاقہ کی تکلیف ہوتی تو اپنے گھر لے جاکر تواضع فرماتے یا پھر صحابہ کو تحریک کر دیتے۔ (بخاری (68) کتاب التفسیر سورۃ الحشر باب 366) وہ بیمار ہوتے تو اُن کی عیادت کرتے۔ اپنے یہودی خادم کا حال پوچھنے اس کے گھر گئے۔ بوقت عیادت مریض پر ہاتھ پھیرتے اور شفا کی دعا کرتے۔

(بخاری (۸۰) کتاب المرضیٰ باب ۱۱)

اپنے ساتھیوں پر خاص توجہ فرماتے۔ کوئی ساتھی راستہ میں مل جاتا تو رک کر اس سے ملتے اور کھڑے رہتے یہاں تک کہ وہ خود اجازت لیتا۔ کسی سے مصافحہ کرتے تو اس وقت تک ہاتھ نہ چھوڑتے جب تک وہ نہ چھوڑے۔

(ترمذی (۳۸) کتاب صفۃ القیامہ باب ۴۶)

اپنے ساتھیوں سے تحائف قدر دانی کے ساتھ وصول فرماتے تھے۔ خوشبو اور دودھ کا تحفہ کبھی رد نہ فرماتے اور بدلہ میں بہتر تحفہ عطا فرماتے تھے۔

(مسند احمد جلد۳ص۱۳۳، فتح الباری لابن حجر جلد۴ص۳۶۱)

تحفہ میں زمزم کا پانی دینا پسند فرماتے تھے۔ صدقہ کا مال اپنی ذات کے لئے نہ لیتے تھے۔ انصار کے گھروں میں ملاقات کے لئے تشریف لے جاتے۔ (مسند احمد جلد 4 ص 398) ان کے بچوں کے سروں پر ہاتھ پھیرتے۔ پیار دیتے اور دعا کرتے۔ بعض بچوں کی پیدائش پر کھجور کی گھٹی بھی دی۔

(بخاری (۸۱) کتاب الادب باب ۱۰۹)

گھر میں بیک وقت نو بیویاں رہیں ہمیشہ ان میں عدل فرماتے، ان میں سے کسی کو سفر پر ہمراہ لے جانے کے لئے فیصلہ قرعہ اندازی سے فرماتے۔ (مسند احمد جلد 6 ص 117) مدینہ سے رخصت ہوتے وقت سب سے آخر میں اپنی لختِ جگر حضرت فاطمہؓ سے مل کر جاتے اور واپسی پر مسجد نبوی میں دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ سے ہی آکر ملتے۔ (مسند احمد جلد 3 ص 455) سفر سے واپس تشریف لاتے تو خاندان کے بچے اور اہل مدینہ آپؐ کا استقبال مدینہ سے باہر جا کر کرتے۔

(بخاری (۶۴) کتاب المغازی باب ۷۶)

آپؐ عام مسلمانوں کی دعوت طعام بلا تفریق قبول فرماتے۔ (بخاری (73) کتاب الاطعمۃ باب 33) اپنے صحابہؓ کے جنازہ اور تدفین میں شامل ہوتے تھے۔ سوائے اس کے کہ کوئی شخص مقروض ہو تو اس کے بارہ میں فرماتے تھے کہ اس کا جنازہ خود پڑھ لو۔

(بخاری (۴۳) کتاب الحوالات باب ۳)

صحابہؓ کے ساتھ قومی کاموں میں برابر کے شریک ہوتے۔ مسجد نبوی کی تعمیر میں ان کے ساتھ مل کر اینٹیں اٹھائیں تو غزوۂ احزاب کے موقع پر خندق کی کھدائی میں حصہ لیا اور مٹی باہر نکالی۔

(بخاری (۶۴) کتاب المغازی باب ۲۶)

آپؐ خادموں سے بہت حسن سلوک فرماتے تھے۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دس سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی ہے کبھی آپؐ نے مجھے اُف تک نہیں فرمایا کبھی کسی بات پر نہیں ٹوکا۔ (بخاری (81) کتاب الادب باب 39)

حضرت علیؓ نے امام حسینؓ کے اس سوال پر کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ سلوک کیسا ہوتا تھا۔ حضورؐ کی معاشرت کا دلآویز نقشہ یوں کھینچا کہ:۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ مسکراتے تھے۔ عمدہ اخلاق والے اور نرم خُو تھے۔ تُرش رو تھے نہ تندخو، نہ کوئی فحش کلمہ زبان پر لانے والے نہ چیخ کر بولنے والے۔ عیب چیں تھے نہ بخیل۔ جو بات ناگوار ہوتی اس کی طرف توجہ ہی نہ فرماتے نہ ہی اس کے بارے میں کوئی جواب دیتے۔ آپؐ نے اپنے آپ کو تین باتوں سے کلیتہً آزاد کر لیا ہوا تھا۔ جھگڑے، تکبر اور لایعنی وفضول باتوں سے اور تین باتوں میں لوگوں کو آزاد چھوڑ رکھا تھا یعنی آپؐ کسی کی مذمت نہ کرتے تھے، کسی کی غیبت نہ کرتے تھے اور کسی کی پردہ دری نہ چاہتے تھے۔ آپؐ صرف اس امر کے بارے میں گفتگو کرتے جس میں ثواب کی اُمید ہو۔ جب آپؐ خاموش ہو جاتے تو لوگ بات کر لیتے تھے مگر آپؐ کے سامنے ایک دوسرے سے باتیں نہ کرتے اور جب آپؐ کے سامنے کوئی ایک بات کر رہا ہوتا تو باقی لوگ اس کی بات خاموشی سے سنتے یہاں تک کہ وہ بات پوری کر لے۔ آپؐ اپنے صحابہ کی باتوں میں دلچسپی لیتے۔ ان کی مذاق کی باتوں میں ان کا ساتھ دیتے اور تعجب کا موقع ہوتا تو تعجب فرماتے۔ کبھی کوئی اجنبی مسافر آ جاتا تو اس کی گفتگو یا سوال نہایت توجہ سے سماعت فرماتے۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ قاضی عیاض جلد۱ص۱۶۰ دارالکتاب العربی)

صحابہؓ مہمانوں کو حضورؐ کی خدمت میں بڑے شوق سے لایا کرتے تھے۔ وہ خود از راہِ ادب آپؐ سے اکثر سوال نہ کرتے تھے بلکہ اس انتظار میں رہتے کہ کوئی بدّو آ کر مسئلہ پوچھے تو ہم بھی سنیں۔

(بخاری (۳) کتاب العلم باب ۵۹)

آپؐ کی ہدایت تھی کہ اگر کوئی ضرورت مند دیکھو تو اسے کچھ دے دو ورنہ اس کی مدد کے لئے تحریک کر دیا کرو۔ فرماتے تھے کہ نیک سفارش کا بھی اجر ہوتا ہے۔ مبالغہ آمیز تعریف و ستائش آپؐ کو قطعاً پسند نہ تھی۔ سوائے اس کے کہ جائز حدود کے اندر ہو۔

(بخاری (۸۱) کتاب الادب باب ۳۰)

آپؐ کسی کی قطع کلامی پسند نہ فرماتے تھے سوائے اس کے کہ وہ اپنی حد سے تجاوز کرے۔ایسی صورت میں اسے روک دیتے تھے یا خود اس مجلس سے اُٹھ کھڑے ہوتے تھے۔

متفرق معمولات

آپؐ ہفتہ کے روز کبھی پیدل اور کبھی سواری پر مسجد قبا جایا کرتے تھے جو بنی عمرو بن عوف کے محلہ میں مدینہ سے چند میل دور تھی۔یوں ہفتہ وار تفریح بھی ہوجاتی اور اس محلہ کے صحابہ سے ملاقات بھی۔حضورؐ کو سبزے اور جاری پانی کو دیکھنا بہت پسند تھا۔

(مسند احمد جلد ۲ ص ۴، کنز العمال جلد ۷ ص ۱۵۰)

جمعہ کا دن تو جمعہ کی تیاری اور اس کی مصروفیات میں گزرتا۔کوئی مہم بھجوانا ہوتی تو بالعموم جمعرات کو دن کے پہلے حصہ میں بھجواتے۔(مسند احمد جلد 3 ص 456) اور تین یا اس سے زائد افراد پر امیر مقرر فرماتے۔

(بخاری (۶۰) کتاب الجہاد باب ۱۲۷ و مسند احمد جلد ۵ ص ۳۵۸، مسلم (۳۳) کتاب الجہاد باب ۲)

نبی کریمؐ عیدین کے موقع پر قربانیوں اور عبادتوں کی قبولیت کی دعا کرنا پسند کرتے تھے۔حضرت واثلہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول کریمؐ کو عید کے دن ملا۔اور عرض کیا کہ اللہ ہم سے اور آپؐ سے (عبادات وغیرہ) قبول فرمائے۔نبی کریمؐ نے فرمایا ہاں! تَقَبَّلَ اللّٰہُ مِنَّا وَمِنْکَ یعنی اللہ ہم سے اور آپ سے قبول فرمائے۔

(فتح الباری لابن حجر جلد ۲ ص ۳۳۶)

ہر کام میں دائیں پہلو کو ترجیح دیتے۔جوتا پہننے، کنگھی کرنے، وضو کرنے، نہانے وغیرہ میں یہی معمول تھا۔دایاں ہاتھ کھانے پینے، مصافحہ کرنے کے لئے استعمال فرماتے۔

(بخاری (۴) کتاب الوضوء باب ۳۰)

دیگر طہارت وغیرہ کے کام بائیں ہاتھ سے کرتے۔دائیں پہلو پر سوتے۔جوتا پہننے میں پہلے دایاں پاؤں پہنتے اور اتارتے وقت پہلے بایاں اتارتے۔

(مسلم (۳) کتاب الطہارۃ باب ۱۸، ۱۹)

مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پاؤں اندر رکھتے اور باہر نکلتے وقت پہلے بایاں پاؤں باہر رکھتے۔کسی کے بارے میں کوئی شکایت پہنچتی تو نام لئے بغیر (بعض لوگ کہہ کر) مجلس میں سرزنش یا تنبیہ فرماتے۔

(بخاری (۱۱) کتاب المساجد باب ۱۵)

کسی کا نام بھول جاتا تو یا ابن عبداللہ کہہ کر پکارتے یعنی اے اللہ کے بندے کے بیٹے! کوئی کام یاد رکھنے کیلئے انگلی پر دھاگہ باندھ لیتے۔

سفر پر جاتے تو مدینہ میں امیر مقرر فرماتے۔موسم گرما کی سخت گرمیوں کے بعد جب موسم سرما کی آمد آمد ہوتی تو خوش ہو کر اسے مرحبا کہتے۔بادل یا آندھی کے آثار دیکھ کر فکرمند ہوجاتے اور چہرہ متغیر ہوجاتا کہ یہ طوفان بادوباراں کہیں گزشتہ قوموں کی طرح عذاب کا پیش خیمہ نہ ہو اور پھر دعائے خیر میں لگ جاتے۔

(بخاری (۶۸) کتاب التفسیر سورۃ الاحقاف باب ۳۱۹)

مگر موسم گرما کی عام بارش سے خوش ہوتے اور اسے بڑے شوق سے سر پر لے کر فرماتے۔''میرے رب کی طرف سے یہ تازہ رحمت آئی ہے''(مسند احمد جلد1 ص 2)

خوش ہوتے تو چہرہ خوشی سے تمتما اُٹھتا۔ناراض ہوتے تو چہرے کا رنگ سرخ ہوجاتا اور چہرے پر اس کے آثار ظاہر ہوجاتے۔

(مسند احمد جلد ۲ ص ۲۳۶ و مجمع الزوائد لہیثمی جلد ۸ ص ۳۴۶)

کوئی غم پہنچتا تو فرماتے بندوں کی بجائے میرا رب میرے لئے کافی ہے۔اور نماز کی طرف توجہ فرماتے۔(مسند احمد جلد 5 ص 388)

کسی کو سرزنش کرتے تو اتنا فرماتے۔''اللہ اس کا بھلا کرے اسے کیا ہوا؟''زیادہ سوالات اور قیل وقال سے منع فرماتے تھے۔

(بخاری (۸۲) کتاب الرقاق باب ۲۲)

مسائل میں الجھنیں اور مشکلات پیدا کرنے سے بھی روکتے اور فرماتے''آسانی پیدا کرو مشکل پیدا نہ کرو۔''

مجلس میں چھینک آتی تو منہ پر ہاتھ یا رومال رکھ لیتے۔جمائی آتی تو ہاتھ منہ پر رکھ لیتے۔تھوک پر مٹی ڈال کر اسے دفن کردیتے۔

(بخاری (۸۱) کتاب الادب باب ۱۲۸)

کبھی آپؐ کو دردشقیقہ کی تکلیف بھی ہوجاتی تھی جو ایک یا دو دن رہتی تھی۔ایسی صورت میں گھر میں آرام فرماتے۔

اخلاق فاضلہ

وہ ہستی جس کے بارے میں عرش کے خدا نے گواہی دی کہ اے نبی تو عظیم اخلاق پر فائز ہے۔وہ اخلاق کیسے شاندار ہوں گے۔

حضورؐ کے عام اخلاق کے بارہ میں حضرت خدیجہؓ کی پندرہ سالہ رفاقت کے بعد وہ گواہی کیسی زبردست ہے کہ آپؐ صلہ رحمی کرنے والے، دوسروں کے بوجھ بانٹنے والے، گمشدہ اخلاق اور نیکیوں کو زندہ کرنے والے، مہمان نواز اور راہ حق میں مصائب پر مدد کرنے والے ہیں اس لئے آپ جیسے انسان کو اللہ ضائع نہیں کرے گا۔

(بخاری (۱) کتاب بدء الوحی باب ۱)

پھر حضرت عائشہؓ کا آپؐ کے اخلاق کے بارہ میں بیان ہے کہ آپؐ کبھی فحش کلامی نہ فرماتے تھے۔نہ ہی بازاروں میں آوازے کسنا آپؐ کا شیوہ تھا۔آپؐ بدی کا بدلہ بدی سے نہیں لیتے تھے بلکہ عفو اور درگزر سے کام لیتے تھے۔

(بخاری (۸۱) کتاب الادب باب ۸۰)

صحابہ بیان کرتے ہیں کہ سب لوگوں کے محبوب ترین انسان آپؐ تھے۔(مسند احمد جلد3 ص 402) جب کبھی آپ ﷺ کو دو معاملات میں اختیار دیا جاتا تو آسان امر کو اختیار کرتے۔آپؐ سے زیادہ اپنے نفس پر ضبط کرنیوالا کوئی نہ تھا۔

(بخاری (۶۵) کتاب المناقب باب ۲۰)

☆حیاایسی تھی کہ آپ کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ حیادار تھے۔

(مسند احمد جلد ۳ ص ۷۱)

☆حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول کریمؐ سب سے بڑھ کر سخی تھے۔

(مسلم (۴۴) کتاب الفضائل باب ۱۲)

☆جب بھی آپ سے سوال کیا گیا آپ نے عطا فرمایا۔

(مسند احمد جلد ۳ ص ۱۹۰)

مال فئی (غنیمت) جس روز آتا اسی روز تقسیم فرمادیتے تھے۔توکل ایسا تھا کہ کبھی کل کے لئے کچھ بچا کر نہ رکھتے تھے۔

(بخاری (۸۸) کتاب الفرائض باب ۲)

آپؐ تمام لوگوں سے بڑھ کر زاہد اور دنیا سے بے رغبت تھے(مسند احمد جلد 4 ص 198) اپنے آپؐ کو دنیا میں ایک مسافر سمجھتے تھے جو ستانے کے لئے ایک درخت کے نیچے آرام کیلئے کچھ دیر رکتا اور پھر آگے روانہ ہوجاتا ہے۔

(ترمذی (۳۰) کتاب الزھد باب ۴۴)

شجاعت ایسی تھی کہ جنگوں میں تن تنہا بھی مردمیدان بن کر لڑے اور کبھی قدم پیچھے نہ ہٹایا۔اشجع الناس اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔

(مسلم (۴۴) کتاب الفضائل باب ۱۱)

آپؐ کا عفو ایسا کہ جانی دشمنوں اور قاتلانہ حملہ کرنے والوں کو بھی معاف کردیا۔

(بخاری (۶۴) کتاب المغازی باب ۳۶)

الغرض رسول کریم ﷺ جامع اخلاق فاضلہ تھے۔آپؐ صفات الٰہیہ کے مظہراتم تھے۔آپؐ خلق عظیم پر فائز تھے اور بنی نوع انسان کے لئے ایک خوبصورت اور کامل نمونہ تھے۔ایسا نمونہ جس کی پیروی کی برکت سے آج بھی خدا مل سکتا ہے اور آج بھی وہ ہمارا خالق و مالک یہ پاکیزہ اخلاق نبویؐ اپنے بندوں میں دیکھ کر ان سے محبت کرنے لگ جاتا ہے۔سچ ہے۔

محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام
عَلَیْکَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْکَ السَّلَام

درخواستِ دعا

اخبار روزنامہ الفضل لندن آن لائن کو مختلف جہت سے قارئین کی طرف سے دُعاؤں کی درخواستیں ملتی رہتی ہیں۔ جو گاہے بگاہے شائع کر دی جاتی ہیں تا جو دوست یا خواتین بیمار ہیں وہ دنیا بھر کے احمدیوں کی دُعاؤں کے طفیل صحت پائیں۔جو پریشان ہیں، مشکلات میں ہیں ان کی پریشانیاں اور مشکلات دور ہوں۔جن کی اولاد نہیں یا اولاد نرینہ کی درخواست کر رہے ہیں۔ان کی گودیں نیک، صالح، صحت مند اولاد سے ہری ہوں۔جو امتحانات دے رہے ہیں وہ نمایاں کامیابی پائیں۔

قارئین روزنامہ الفضل لندن آن لائن شہداء احمدیت کے پسماندگان کو اور اسیران راہ مولیٰ کو بھی اپنی دُعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ اسیران کے لئے آسانیاں مہیاء فرمائے اور اسلام احمدیت کو دن دوگنی رات چوگنی ترقیات سے نوازتا چلا جائے۔

اللہ تعالیٰ حضرت خلیفۃ المسیح کو کامل صحت کے ساتھ درازی عمر عطا فرمائے۔ اپنی حفاظت خاص میں رکھے اور روح القدس سے اپنی تائیدات سے نوازتا رہے اور ہم تمام احباب جماعت کو خلافت کی برکات وفیوض سے حصہ لینے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔

(ادارہ)

حافظ فرید احمد خالد

آنحضرت ﷺ مشاہیر عالم کی نظر میں

سید ولد آدم سید الانبیاء والا صفیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کائنات کی علت غائی ہیں۔ آپؐ کے مقدس وجود سے ہی یہ عالم رنگ و بو منصۂ شہود پر آیا۔ آپؐ رحمۃ للعالمین ہیں۔ آپؐ امن عالم کے داعی ہیں۔ آپؐ ہی سلامتی کے شہزادہ ہیں۔ آپؐ کا وجود مجسّم شفقت و محبّت ہے۔ آپؐ رواداری اور آزادئ ضمیر کے عظیم علمبردار ہیں۔ عرشِ معلّٰی پر خدائے ذوالجلال اور ملائکہ آپؐ کے لئے مدح سرا ہیں۔ قرآن کریم نے آپؐ کی عظمت کو یوں بیان فرمایا۔

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم: 5)

آپؐ خلق عظیم پر فائز تھے۔ تمام اعلیٰ صفات اور کمالات آپؐ کے مطہّر اور مقدّس وجود میں پائے جاتے ہیں۔ آپؐ مکارمِ اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوئے۔ آپؐ کے اخلاقِ فاضلہ، قوّتِ قدسیہ اور شفقت و محبت کے بے پناہ جذبہ نے ایک انقلابِ حقیقی برپا کر دیا۔ صدیوں کے بگڑے ہوئے مصلحِ اعظم کی پاکیزہ تعلیم کے باعث جہالت اور تاریکی سے نکل کر علم ومعرفت کے نور سے منور ہو گئے۔ عاشق تو عشق کا اظہار کیا ہی کرتے ہیں۔ یہاں پر بعض شہادات اس نوع کی پیش کی جاتی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام مخالفوں اور دشمنوں اور غیر اقوام کی نگاہ میں کیا تھا۔

واللہ درّ القائل ؎

حسینانِ عالم ہوئے شرمگیں
جو دیکھا وہ حُسن اور وہ نورِ جبیں
پھر اس پہ وہ اخلاقِ اکمل تریں
کہ دشمن بھی کہنے لگے آفریں
زہے خُلقِ کامل زہے حُسن تام
عَلَیْکَ الصَّلوٰۃُ عَلَیْکَ السَّلَام

اب چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

مسٹر موتی لال ماتھر ایم اے کانپور نے اپنے ایک محقّقانہ مضمون میں بڑی حیرت و استعجاب کے رنگ میں یہ اظہار کیا۔ ’’پیغمبر اسلام نے توحید کی ایسی تعلیم دی۔ جس سے ہر قسم کے توہمات کی جڑیں کھوکھلی ہو گئیں اور ہر قسم کے باطل عقائد کی بنیادیں ہل گئیں اور خدا کے سوا ہر قسم کا خوف دِلوں سے نکل گیا .... دوسری چیز مسلمانوں میں اتحاد و اخوّت کا پیدا کرنا تھا۔‘‘

پھر قرآن وحدیث سے اخوّت کی تعلیم کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

’’یہ تھی وہ تعلیم اخوّت جس نے مٹھی بھر مسلمانوں کے اندر وہ لازوال اور ناقابلِ شکست طاقت پیدا کر دی تھی کہ انہوں نے چند دنوں کے اندر نصف دنیا کو فتح کر ڈالا حقیقت یہ ہے کہ کسی مذہب نے باہمی اخوّت و محبت کی ایسی تعلیم نہیں دی‘‘

(گزیدہ رسول ص 86 ۔ 87، 92 بحوالہ رسالہ مولوی دہلی)

آزاد خیال کاؤنٹ ٹالسٹائی جو انقلاب روس کا بانی اول سمجھا جاتا ہے۔ جس کے مضامین مہذب دنیا میں خاص عزت و توقیر کی نظر سے پڑھے جاتے ہیں۔ اپنے ایک مضمون میں لکھتا ہے۔

’’حضرت محمد (ﷺ) نے قبائل عرب میں وحدانیت کا پاکیزہ تخم بویا۔ ان کے افکار کو روشن اور بصیرت کو منور فرما کر یکتا و برتر خدا کی معرفت کا سبق پڑھایا تو ان کے تمام بُرے اخلاق خوبیوں سے بدل گئے۔ ان کے طبائع نرم، قلوب گداز اور عادات اصلاح پذیر ہوگئیں .... حضرت محمدؐ نے عربوں کو تمام امور نا مشروعہ سے روکا اور خدا کی عبادت کی پاکیزہ تعلیم دی۔ اخوّت، ہمدردی اور مساوات کے سبق سے ان کے دلوں کو لبریز کر دیا اور انتقام کو حرام اور خونریزی کو ممنوع قرار دیا۔ حضرت محمدؐ کی مذکورہ بالا تعلیم اس امر کی مظہر ہے کہ آپ دنیا میں ایک مصلح عظیم بن کر آئے تھے اور آپ میں ایک ایسی برگزیدہ قوّت پائی جاتی تھی جو قوت بشری سے بہت زیادہ ارفع و اعلیٰ تھی۔‘‘

(برگزیدہ رسول غیروں میں مقبول ص 30 ۔ 31 بحوالہ اسوۂ النبیؐ)

جارج سیل لکھتا ہے۔

’’محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کامل طور پر فطری قابلیتوں سے آراستہ تھے۔ شکل میں نہایت ہی خوبصورت، فہیم اور دُوررس عقل والے پسندیدہ و خوش اطوار، غرباء پرور، ہر ایک سے متواضع، دشمنوں کے مقابلہ میں صاحب استقلال و شجاعت، سب سے بڑھ کر یہ کہ خدا تعالیٰ کا نام نہایت ادب و احترام سے لینے والے، جھوٹی قسمیں کھانے والوں، زانیوں، سفاکوں (خونیوں) جھوٹی تہمت لگانے والوں، فضول خرچی کرنے والوں، لالچیوں اور جھوٹی گواہی دینے والوں کے خلاف نہایت سخت، بُردباری وصبوری، صدقہ وخیرات، رحم وکرم، شکر گزاری، والدین اور بزرگوں کی تعظیم کی نہایت تاکید کرنے والے اور خدا کی حمد وثنا میں نہایت کثرت سے مشغول رہنے والے تھے‘‘

(انگریزی ترجمہ قرآن جارج سیل بحوالہ محمد رسول اللہ (ﷺ) ص 28)

مسز اینی بیسنٹ نے بڑی جرأت وصداقت سے مدراس کی ینگ مین کریسنٹ سوسائٹی کے اجلاس میں بیان کیا۔

’’...... یہ وہ انسان تھا جس نے پرلے درجے کے وحشی انسانوں کو بدترین زندگی سے نکال کر صداقت شعار انسان بنادیا ...... غیرمعمولی حِلم، فیّاضی اور تحمل و بردباری حضرت محمد (ﷺ) کے خصائلِ عالیہ کے چند درخشاں پہلو ہیں۔ آپ کی شرافت اور حلیمی ہی آپ کی اصل طاقت تھی۔‘‘

(برگزیدہ رسول ص 45 ۔ 46)

ہیروز اینڈ ہیروز شپ میں مسٹر کارلائل لکھتے ہیں۔

’’بانی اسلام کے ناقابل انکار فضائل کا انکار انصاف کا خون کرنا ہے اور حق پسندی کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکا لگانا ہے۔ ہمارے خیال میں سرور کائنات (ﷺ) کا وجود جن کا مرتبہ انسانی عظمت کی بلندیوں سے کہیں ارفع ہے۔ دنیا کی باعظمت ہستیوں میں فضائل وصفات کے لحاظ سے بے مثال ہے۔ آپ کی ذات خلوص وصداقت اور سچے اعتقادات کا خزانہ ہے۔ آپ کا ہر فعل تصنّع اور تکلّف سے مبرّا اور حقیقت پر مبنی ہے۔ آپ کا کلام وحی آسمانی تھا۔ ایسی مقدّس ہستی کا وجود خالقِ کائنات کے وجود کی ایک زبردست اور روشن دلیل ہے۔ آپ کا دماغ علم ومعرفت کا خزانہ اور حکمت وفضیلت کی کان ہے .... آپ کی مقدّس سیرت کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ بچپن ہی سے راستباز اور امین تھے۔ آغازِ شباب سے آخر جوانی تک پاکبازی، زُہد وتقویٰ وعفاف کا ایسا نمونہ پیش فرمایا جس کی مثال مقدس تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔‘‘

(محمد رسول اللہ ﷺ ص 50)

مسٹر اے آر واڈیہ بار ایٹ لاء پروفیسر مہاراج کالج میسور آنحضرتؐ کی عظمت کا اقرار یوں کرتے ہیں۔

حضرت نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) بلاشبہ نسل انسانی میں سے عظیم الشان انسان تھے ...... وہ عرب جو کسی زمانہ میں متخاصم اقوام میں منقسم تھے۔ آپ کی بعثت نے انہیں متحد کر دیا۔ آپ نے ان میں اپنے حقوق کی نگہداشت اور مخالفین تک دعوتِ حق پہنچانے کی رُوح پیدا کر دی ...... وہ عرب جس میں طبقہ نسواں کی زندگیوں کی کوئی قدر و منزلت نہ تھی حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں عزّت اور خودداری کا ایک چارٹر مرحمت فرمایا اور اس عطیۂ الٰہی سے فرقہ ذکور و صنفِ نازک اور

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE
www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION Download on the App Store ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

بے کس غلاموں تک سب کے سب مستفیض ہوئے ...... جس مذہب کی حضرت رسالت مآبؐ کے وقت نشر و اشاعت ہوئی وہ ایک دلکش اور دلربا مذہب تھا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکھڑ و وحوش عرب، دنیا کی تہذیب کے علمبردار ہو گئے۔‘‘

(برگزیدہ رسول صفحہ 50۔ 51)

’’نہ صرف بنی نوع انسان تک آپؐ کی شفقت اور محبّت محدود تھی بلکہ عالمِ حیوانات تک اس محبت اور شفقت کا ذخیرہ وسیع تھا۔ اگر ہم یہ کہیں کہ آپ خلوص و محبت کا سر چشمہ تھے تو بے جا نہ ہوگا۔‘‘

(برگزیدہ رسول صفحہ 54۔ 55)

رسالہ ایمپائر ریویو کے ایک غیر مسلم مضمون نویس نے لکھا۔

’’پیغمبر عرب حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان ہے ہر مسلم مرد اور ہر مسلم عورت کو مناسب طور پر تعلیم حاصل کرنی چاہئے۔ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک لحاظ سے دوسری قوموں کے پیشواؤں سے بڑھ گئے ہیں کہ آپ نے مسلم عورتوں کو دوسرے حقوق کے ساتھ شرعی حقوق بھی دیئے ہیں جن سے دوسری مشرقی اقوام کی عورتیں اب تک محروم ہیں اور مغربی ممالک کی عورتیں اب سے نصف صدی پیشتر محروم تھیں۔

(برگزیدہ رسول ص 60 بحوالہ اخبار تازیانہ 29۔11۔21)

ڈاکٹر لیبان نے اپنی تصنیف ’’محمد اور اسلام‘‘ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انکساری، رحمدلی، دُور اندیشی اور صائب الرائے ہونے کے بارہ میں تحریر کیا۔

’’حضرت محمدؐ کو اپنے نفس پر بے انتہا حکومت تھی آپ کی سادگی اور منکسر المزاجی قابل تعریف ہے۔ آپ بے انتہا صائب الرائے تھے۔ دُور اندیشی آپ میں بہت زیادہ تھی۔ آپ نے وحشی اقوام کی زبردست اصلاح کی۔‘‘

وہ مزید لکھتے ہیں۔

’’ہمارے طبقہ کے سر برآوردہ شخص اور مستند موٴرخ موسیو بارتھیلی سینٹ ہیلر نہایت تحقیقات کے بعد حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسبت لکھ رہے ہیں کہ وہ حد درجہ با خدا، رحم دل اور اعلیٰ اخلاق رکھنے والے پیغمبر تھے۔ ہائنگر نے ایک لمبی چوڑی فہرست محمدؐ کے اقوال کی شائع کی ہے۔ بلا طرفداری اسلام یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان مقولوں سے بہتر کوئی دستور العمل انسان کو عملاً نیکی کی طرف راغب کرنے اور بدی سے محترز رکھنے کے لئے رہنما نہیں ہوسکتا۔‘‘

(برگزیدہ رسول ص 85)

ایس پی سکاٹ آپؐ کے اوصافِ کریمانہ کے بارے میں لکھتا ہے۔

’’آپ میں متانت تھی مگر اخلاق شریف ایسے تھے کہ ہر شخص آپ کا گرویدہ ہو جاتا۔ گفتگو میں شیرینی ہوتی تھی۔ جہاں آپ تشریف رکھتے تھے وہاں سب پر چھائے ہوئے معلوم ہوتے تھے .... حضور کی عاداتِ کریمہ اس سے ظاہر ہوتی ہیں کہ آپ کو بچوں سے بہت محبت تھی۔ قرآن مجید میں جانوروں پر بے رحمی کرنے کی جتنی مخالفتیں آئی ہیں۔ ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ میں جذباتِ رحم کتنے تھے .... آپ کی دوستی نہایت محکم تھی۔ جس سے ابتداءِ عمر میں دوستی ہوئی اس کو انتقال کے وقت تک نبھا دیا جو لوگ حضور کے گرویدہ اور حاشیہ نشین تھے بلا امتیاز اس کے کہ وہ آپ کے برابر تھے یا کمتر حضور کا برتاؤ سب کے ساتھ یکساں اور شفیقانہ تھا۔

حضور کو اپنی ذات والا پر وہ اختیار حاصل تھا اور اپنے جذبات کو حضور اس طرح قابو میں رکھتے تھے کہ سوائے جنگ کے آپ نے کبھی اپنے دشمن پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ کسی خدمتگار کو نہیں دھمکایا، کسی غلام کو سزا نہیں دی۔

(برگزیدہ رسول حصہ سوم صفحہ 40۔ 41)

سادھو ٹی ایل وسوانی رقمطراز ہیں۔

’’میں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کورنش بجا لاتا ہوں۔ وہ دنیا کی ایک عظیم الشان ہستی ہیں۔ وہ ایک قوت تھی جو انسان کی بہتری کے لئے صرف ہوئی۔ ایّام سلف کی داستان کا مطالعہ کرو تا کہ تمہیں اس کی شوکت وسطوت کا پتہ چلے .... وہ امن اور راستی کی تلقین کرتے رہے۔‘‘

(محمد رسول اللہ غیروں کی نظر میں صفحہ 44۔ 45 مصنّفہ مولانا محمد حنیف یزدانی)

انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا کے محقّقین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے سامنے یوں سر تسلیم خم کیا۔

’’آپ اگرچہ اُمّی سے لیکن عملی ذہانت کا وافر حصہ آپ حاصل کر چکے تھے۔ آپ کا مذہب حقیقتاً دینِ ابراہیم کا احیاء تھا۔ قانون ساز، ماہر حرب، منتظم اور جج آپ کی شخصیت کے مختلف پہلو تھے، اس خوفناک قبائلی تعصّب کا خاتمہ کرنا جس کی بنا پر ایک خون، طویل جنگ کا باعث بن جاتا تھا۔ عورتوں کو ان کے حقوق خاص کر وراثت کا حصہ دلانا اور دختر کشی کا خاتمہ آپ کی عظیم اصلاحات ہیں۔‘‘

(بحوالہ محمد رسول اللہ ص 49)

مشہور صحافی سردار دیوان سنگھ مفتون نے اس بارہ میں لکھا ہے کہ۔

’’حدیث اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ الْحَقِّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَابِرٍ سن کر دیوان سنگھ مفتون کہتا ہے کہ ان ہونٹوں کی قدر و قیمت کا اندازہ ہی نہیں کیا جاسکتا جن سے یہ الفاظ نکلے‘‘

(محمد رسول اللہ ص 51)

یہ ہے وہ اعلیٰ و ارفع وجود جس کے لئے اس کائنات کی تخلیق ہوئی اور جو ساری دنیا کے لئے اسوۂ حسنہ ہے جن کی غلامی اور خاکِ پا ہونے کی سعادت انسان کے لئے باعثِ فخر وسعادت ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّی عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ ذَرَّۃٍ فِی السَّمَاءِ وَ الْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا بَلْ اَکْثَرَ مِنْہُ۔

☆...☆...☆

طلوع وغروب آفتاب

30 اکتوبر 2020ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	05:05	17:45
مدینہ منورہ	05:08	17:43
قادیان	05:21	17:40
ربوہ	05:01	17:20
اسلام آباد ٹلفورڈ	05:23	16:40